

# وحشتِ آوارگی از قلم عینا بیگ

قسط 18\_21

"ہیلو" وہ ایک ہاتھ سے پاستہ کا چمچ منہ میں ڈالتا ہوا دوسرے ہاتھ سے فون کان پر لگائے  
بے حد مصروف تھا۔

"کہاں ہو؟" دوسری طرف کسی نے سختی سے پوچھا۔

"شادی کر لی ہے اور بیوی کے ساتھ ریسٹورنٹ میں بیٹھا ہوں۔" سامنے بیٹھی اس کی بات پر  
طیش میں آئی لڑکی کو دیکھ کر بولا۔

"کیا بلواس ہے یہ؟" امان غصہ سے بولا۔

"یار نہیں کی شادی! اب تمہارا جیسا بندہ بننے کے لئے بھی ظرف چاہئے ہوتا ہے بھائی! خیر میں  
کمال صاحب کی بیٹی کے ساتھ بیٹھا ہوں۔ بس ایک چھوٹی سی ملاقات ہے جلد ہی گھر پہنچوں  
گا! سب باتیں گھر آکر ہی بتاؤں گا اور ہاں خدا کا واسطہ ہے میری جاسوسی کے لیے گارڈ نہ  
بجھوادینا یار۔۔!" کہہ کر کچھ دیر بعد کال کاٹ دی۔ میز پر موبائل پر رکھا اور اس کی جانب  
دیکھا جو کال کھانے کو دوڑ رہی تھی۔

"کون بیوی؟ اور کون کمال کی بیٹی؟ میں فاطمہ جاوید ہوں یہ بات دماغ میں بٹھالو" وہ دانت پیس کر میز پر ہاتھ مار کر بولی۔

"جہاں تک بیوی کی بات ہے تو میں آپ کو نہیں کہہ رہا تھا"

"آپ نے کہا آپ اپنی بیوی کے ساتھ ریسٹورینٹ میں بیٹھے ہیں" اس نے اسے یاد دلایا۔

"اس ریسٹورینٹ میں دس سے زائد لڑکیاں بیٹھی ہیں ہوسکتا ہے انہیں کہا ہو۔۔۔ آپ کیوں یہ بات اپنے آپ پر لے رہی ہیں؟" وہ بات اسی کے جانب گھما گیا۔۔۔ فاطمہ بے اختیار شرمندہ ہوئی۔۔۔ کیا ٹیڑھا بندہ تھا وہ۔۔۔!

"تو کیا اب میں کھانا کھالوں" وہ پاستہ میں پگھلتی چیز کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"تو پہلے کونسا اجازت سے کھا رہے تھے آپ؟" وہ بھی ترخ کر بولی

"میرے کھانے سے نظریں دور کرو فاطمہ اکرم۔۔۔ میں گندی نگاہیں اپنے کھانے پر محسوس نہیں سکتا۔" وہ اسے گھورتا ہوا بولا۔ وہ جو واقعی پاستہ کو دیکھ رہی تھی بے اختیار شرمندہ ہوئی۔ یہ شخص اسے ہر موقع ہر شرمندہ کروا رہا تھا۔ فاطمہ کے منہ میں پانی آنے لگا تھا مگر اب آنکھوں میں پانی آنا باقی تھا۔

"میں نے پوچھا تھا تم سے کہ کیا تمہیں کھانے میں کچھ چاہئے؟ مگر آپ نے منع کر دیا۔۔۔" وہ پاسے کی جانب جھک گیا۔" فاطمہ نے تھک کر نظریں دوسری طرف کر لیں۔ اس بندے سے نبٹنا کم از کم اس کے بس کی بات نہیں تھی۔۔۔ وہ کبھی آپ سے مخاطب کرتا کبھی تم سے۔" مجھے سمجھ نہیں آرہی جب میں نے تم کو لاہور کال کی تھی اس وقت تم غصہ بھی تھے اور پریشان بھی! مگر اب ایسا کیا ہوا ہے جو آپ یہ شانزہ اور امان صاحب والا موضوع چھیڑنے سے ہی گریز کر رہے ہیں۔"

زمان نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"یہ مت بھولئے فاطمہ جاوید کہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ تاخیر سے نہ آئیے گا۔۔۔" فاطمہ نے تھوک نگلا۔ وہ کچھ دیر تک بعل نہ پائی۔

"تو کیا میں واقعی۔۔۔۔؟" بات ادھوری چھوڑ دی کہ مکمل کرنے کی ہمت نہ تھی۔ زمان نے کھانے پر سے ہاتھ اٹھا لیئے اور اثبات میں سر ہلایا۔

"بہت تاخیر سے۔۔۔۔ میں شانزہ کو وہاں سے نکال کر اپنی بھائی کی جان نہیں لے سکتا" وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ فاطمہ کو رونا سا آنے لگا۔

"ہاں اگر شانزہ خود بھاگ جائے یا نکلنے کی کوشش کرے تو میں اسے وہاں سے نکلوا لوں گا مگر میں خود سے نہیں بھائی سے کہہ سکتا کہ وہ شانزہ کو چھوڑ دے۔" فاطمہ کی ہمت بندھی۔

"تو اب کیا؟"

"تو یہ کہ میں صرف کوشش کروں گا اور اگر کچھ وقت بعد شانزہ الگ نہ ہونا چاہتی ہو امان سے تو پھر مجھے بے حد خوشی ہوگی"

فاطمہ جلدی سے نفی میں سر ہلایا۔

"وہ میری بھائی کی منگیتر تھی زمان شاہ" فاطمہ طیش سے بولی۔۔۔

"مت بھولو وہ اب میرے بھائی کی بیوی ہے فاطمہ جاوید۔۔۔۔۔ کون سا منگیتر؟ وہ عدیل؟ اگر ایسا تھا تو وہ کیوں نہیں آیا شانزہ کے پیچھے؟ شانزہ کی مدد کرنے؟ اگر اتنی محبت تھی تو چھڑا لیتا امان سے اس کو! لگتا ہے امان کے سامنے وہ بھی نہیں ٹھہرا۔۔۔۔۔" زمان طنزیہ بولا۔

"زبردستی نکاح ہوا ہے جس میں شانزہ کی مرضی نہیں تھی" وہ بلند آواز میں بولی۔

"تو کس نے منع کیا ہے آواز نہ اٹھانے کے لئے؟ اٹھائے آواز لگا دے الفاظوں سے آگ۔۔۔ اور

میں اس سب میں اس کا ساتھ دوں گا پھر۔۔۔۔۔ امان کو میں نہیں سمجھا سکتا۔ یہ کام شانزہ امان ہی کر سکتی ہے! وہ اسے جھنجھوڑ کر بتا سکتی ہے کہ امان نے غلط کیا! لیکن ایک بات یاد رکھنا۔ امان معافی مانگنے والوں میں سے نہیں! ہاں مگر بیوی کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا وہ وقت آنے پر مانگ سکتا ہے معافی مگر صرف اس سے! اور ہاں یہ بات بھی ذہن نشین کر لو کہ وہ اسے چھوڑے گا نہیں کسی بھی حال میں۔۔۔۔۔ اور خدا کا واسطہ اپنے بھائی کا ذکر نہ لاؤ پیچ

میں۔۔۔ مجھے اچھا نہیں لگ رہا کہ تم بار بار شانزہ کو عدیل کی منگیتہ کہہ رہی ہو! بھابھی ہے وہ میری اور امان کی بیوی۔۔۔ ہاں میں اس کی مدد کروں گا تم فکر مت کرو" وہ ایک ہی بات میں معاملہ سلجھا گیا تھا۔

"یعنی تم اس شخص کے سامنے ہار گئے جس کا ذکر تم نے ہماری تیسری ملاقات پر کیا تھا"۔ وہ دکھ سے بولی۔۔

"جی اور وہ شخص میرا بھائی ہی تھا فاطمہ جاوید" تاثرات سنجیدہ تھے۔۔ کھانا ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

"میرے بھائی کی زندگی برباد کر دی گئی ہے زمان شاہ۔۔۔ اس کا کیا قصور تھا؟؟؟" وہ دانت پیس کر میز پر ہاتھ مار کر بولی۔

"پہلی بات آہستہ مس فاطمہ!! یہ پبلک پلیس ہے۔۔۔ اگر اتنا بھائی بھائی کی رٹ لگائے رکھی ہے تو بھائی کو سمجھاتی اپنے!!! کہتیں کہ اس کے پیچھے جائے۔۔۔ ڈھونڈے شانزہ کو۔۔۔؟ عاشق اپنے محبوب کے لئے پورا شہر چھان مارتے ہیں مگر وہ تو گھر سے بھی نہیں نکلا! کیوں نہیں بولا کچھ جب امان کے بارے میں پتا چلا تھا؟؟؟ کیا یقین اٹھ گیا تھا شانزہ پر سے؟؟؟ اتنا کمزور تھا اعتبار شانزہ پر؟ محبت کی پہلی سیڑھی ہی اعتبار کی ہوتی ہے۔۔۔ اگر رشتے میں اعتبار نہ ہو تو وہ محبت نہیں بلکہ کھوکھلا رشتہ کہلاتا ہے۔۔۔ امان شانزہ سے محبت کرتا لیے۔

میں حقیقت تسلیم کر کے یہ کہتا ہوں کہ امان نے جو کیا وہ غلط ہی تھا تو عدیل نے چپ رہ کر



اچھا کیا؟؟؟ میں آج کی ملاقات یہیں پر ختم کرنا چاہتا ہوں فاطمہ جاوید لیکن آپ فکر نہ کریں شانزہ جو چاہے گی وہ کر سکتی ہے مگر خود سے۔۔۔ میں امان کے سامنے کچھ کہہ سکتا۔۔۔ مجھے اپنے بھائی سے بہت پیار ہے۔ ہم اس وقت سے ساتھ ہیں جب ہم دنیا میں بھی نہیں آئے تھے۔۔۔"۔۔۔ زمان اٹھ کھڑا ہوا۔ فاطمہ روہانسی ہو گئی۔

"آپ سے ملاقات ہوگی اور جلد ہوگی۔۔۔ میں آپ سے ایک اور ملاقات چاہوں گا مگر شانزہ سے بات کر کے۔۔۔" وہ پلٹنے لگا کہ کچھ یاد آنے پر مڑا۔

"تو کیا بل آپ پے کرینگے؟"

"جی" وہ مختصراً بولی

"شکریہ۔۔۔ کال کر کے آگاہ کروں گا کہ اگلی ملاقات کب اور کہاں ہونی چاہئے۔۔۔ اور ہاں رمشا نامی لڑکی بری نہیں ہے!! اور نہ تو وہ دل برے کرتی ہے کسی کے لئے کسی کے۔۔۔ ہم اپنے گناہ اور برائیاں اس کے ذمہ کیوں ڈالیں؟ محبت کرنے والوں ہر اعتبار اتنا مضبوط ہونا چاہئے کہ آنکھوں دیکھی کے سوا کسی اور بات اور بھکاوے میں نہیں آئیں۔۔۔ آنکھوں دیکھی بھی وہ جو دکھایا نہ جا رہا ہو۔ معاملے کی تفشیش کرنی چاہئے۔۔۔ بھٹا کر سب معاملے کلئیر کرنے چاہئے جو آپ کے چلو اور بھائی نے کیا نہیں۔ رمشا اتنی بری نہیں ہے! برے آپ ہیں! اس نے کہا اور یقین کر لیا؟ تفشیش کئے بغیر؟؟ کتنے سالوں کا اعتبار شانزہ نے نہیں توڑا بلکہ آپ

کے گھر والوں اور عدیل نے مل کر شانزہ کا توڑا ہے! اس کا یقین نہ کر کے ----! ایک تنہا صحرا میں بھٹکی لڑکی --- اسے گھر سے اور دل سے نکال باہر کیا جو گھر والوں کے دل میں رہنا چاہتی تھی --- "وہ مڑ گیا مگر فاطمہ کی آنکھیں بگھو گیا۔ وہ متحیر ہوئی تھی ---- وہ یہ سب کیسے جانتا تھا؟ رمشا، عدیل کا رویہ اور اس دن کا واقعہ جس دن شانزہ کو گھر سے نہیں بلکہ دل سے بھی بے دخل کر دیا گیا تھا؟ ہاں وہ نہیں جانتی تھی کہ زمان شاہ بغیر کسی تحقیق کے کوئی بات نہیں کرتا تھا۔ فاطمہ اس کی پشت دیکھتی رہ گئی --- وہ جب گلاس ڈور سے نکلنے لگا تھا تو ایک نظر مڑ کر فاطمہ کو ضرور دیکھا تھا۔ فاطمہ نے لب بھینچے --- وہ اتنا بھی برا نہیں تھا۔ اس کے الفاظ فاطمہ کو چھلنی ضرور کر گئے کیونکہ سچ سننا بھی ظرف کا کام ہے --- مگر وہ ہر جھوٹ سے پاک بات کرنے کا عادی تھا۔ وہ فاطمہ کو مکمل نہیں جانتا تھا مگر اتنا ضرور جان گیا کہ وہ اس کی بات کو سوچے گی ضرور!

<https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/> \*-----\*

وہ نڈھال سی بستر پر لیٹی تھیں۔ بے سدھ --- بیٹی کے نچھڑنے کا دکھ انہیں ہاگل کر رہا تھا۔ "ناصر میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں --- اچھے بیٹے اچھے شوہر بن سکتے تو اچھے باپ کیوں نہیں بن پائے؟ جب بیٹی سے پوری زندگی برا رویہ رکھنا تھا تو اسے پیدا کیوں کیا تھا؟ مار دیتے کم از کم یوں وہ رسوا نہ ہو رہی ہوتی۔ آپ کا کلیجہ نہیں منہ کو آتا کیا؟؟؟" وہ روتے

ہوئے خود سے کہہ رہی تھیں۔ کمرے میں تنہا دروازے کا تالا لگائے وہ روتی جا رہی تھیں۔ وہ بیٹی جو ان کے جسم کا حصہ تھی اور اب وہ لاپتہ تھی۔ ہمیشہ آواز کو دباتی آئی تھیں مگر اب بیٹی کا معاملہ تھا۔۔۔ وہ ایک ایک کے گریبان پکڑیں گی انہوں نے خود سے تہیہ کیا تھا۔ خود پر ہر الفاظ سہہ سکتی تھیں مگر بیٹی پر نہیں۔

\*-----\*

وہ گھر میں داخل ہو کر سیدھا لاؤنج کی جانب آیا۔ لاؤنج میں رکھے صوفے پر شانزہ بیٹھی گہری سوچ میں غرق تھی۔ زمان کی طرف اس کی پشت تھی۔ وہ اطمینان سے چلتا ہوا اس کی جانب آیا اور اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

"اتنا مت سوچو ہمارا بل زیادہ آئے گا لڑکی" وہ شرارت سے بولا۔ وہ ہڑبڑا اٹھی۔

"آپ" وہ بس اتنا ہی کہہ پائی۔

"ہاں جی میں۔۔۔۔" وہ ادب سے سر جھکا کر بولا۔ شانزہ اسے پہلی بار قریب سے دیکھا تھا۔ وہ بنا بنایا امان تھا۔۔ دونوں کی صورتوں میں ذرہ برابر فرق نہ تھا۔ حتیٰ کہ اکثر آواز بھی ملی جلی لگتی۔

"آپ ٹھیک ہیں" وہ صبح کے واقعہ کو مد نظر رکھ کر بولی



"ہاں جی میں تو فٹ ہوں۔۔۔ ویسے میرا کیوں حال پوچھا جا رہا ہے؟" وہ مسکراتا ہوا دور رکھے صوفے پر بیٹھ گیا اور شانزہ کو بیٹھنے کا اشارہ بھی دیدیا۔

دونوں کے درمیاں دو تین صوفوں کا فاصلہ تھا۔

"نہیں وہ آپ کک۔کو۔۔۔ وہ اوپر پپ۔پنکھا" اس سے الفاظ ادا نہیں ہو پائے۔۔

"اس میں کون سی بڑی بات ہے۔۔۔۔۔ یہ تو روز کی ہی بات ہے" وہ کندھا اچکا کر بولا جیسے یہ بات کوئی معنی ہی نہیں رکھتی۔ شانزہ تو چونک ہی اٹھی۔

"روز؟" لہجے میں حیرانگی تھی۔

"نہیں لیکن ہفتے میں دو روز لازمی" وہ مسکرا کر بولا

"آپ کو تکلیف۔۔۔۔۔؟"

"تو کیا ہوا۔۔۔ بس نیند آتی ہے باقی سب برداشت کے قابل یے" وہ کنتی حیران کن باتیں کرتا ہے۔۔ شانزہ سوچ کہ ہی رہ گئی۔

"آپ کو الٹا لٹک کر نیند بھی آ جاتی ہے؟؟؟" یہ سب اس کے لئے نیا تھا۔

"نیند تو ہر جگہ آ جاتی ہے۔۔۔ ایک دفعہ میں الٹا لٹکے لٹکے تھک گیا تھا تو نیند آ گئی تھی۔ جب

تک امان واپس آیا تاکہ رسی کھول تب تک میں نیند لے کر اٹھ بھی چکا تھا۔۔۔۔۔"

اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹ رہی تھیں۔۔۔

"تم حیران مت ہو زیادہ۔۔۔ یہ اس گھر میں نارمل ہے شانزہ۔۔۔" شانزہ نے اسے عجیب نظروں سے دیکھا۔

"غریب بھی بہت ہوں میں۔۔۔ بہت غریب آدمی ہوں میں تم نہیں جانتی" ایک وہی پرانا رونا۔  
شانزہ کو اس پر رحم آیا۔

"مجھے پتا ہے تمہیں بھی یقین نہیں آئے گا، میں تمہیں اپنا والٹ دکھا دیتا ہوں ایک پیسہ بھی نہیں اس میں" اس نے سرعت سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر نکالنا بھول گیا۔

"میرا والٹ" وہ چیخا۔۔۔ اس کے یوں چیخنے پر شانزہ ڈر گئی۔۔۔

"میرا والٹ کہاں گیا" اپنی تمام جیبیں کھنگالنے لگا۔

<https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/>

"آپ نے کہا تھا اس میں پیسے نہیں تھے تو آپ زیادہ پریشان نہ ہوں شکر ہے اس میں پیسے نہیں تھے" شانزہ نے اسے تسلی دی اور زمان کو اپنے دس دس اور پانچ ہزار کی نوٹیں یاد آنے لگیں۔

"ہاں پپ۔ پیسے تو بالکل نہیں تھے مگر والٹ بہت عزیز تھا مجھے" وہ دل کو تھامتے صوفے پر  
صدے کی حالت میں۔۔۔

"ہاں اب بتاؤ۔۔۔ اچھا ہوا تمہارا "خالی" والٹ چوری ہو گیا شکر کہ اس میں پیسے نہیں تھے "امان  
لاؤنج میں داخل ہوتا ہوا ایک ایک لفظ کو چبا کر ادا کرتا ہوا اندر آیا۔

"تمہاری بددعا میرے والٹ کو کھا گئی امان" وہ روہانسا ہوا۔

"خالی والٹ یا بھرے ہوئے" وہ اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"ایک تو والٹ چوری ہو گیا شانزہ اوپر سے تمہارا شوہر مجھے زچ کر رہا ہے" شانزہ جو امان کو دیکھتے  
ہی سہم سی گئی تھی اس کی بات پر لب بھیج گئی۔  
<https://www.classicurdumaterial.com/>

"میرا دل! ہائے میرا دل امان" وہ دل کو تھامتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔  
Support@classurdumaterial.com

"کیوں دل بھی چوری کر لیا کمال صاحب کی بیٹی نے؟" وہ طنزیہ بولا۔  
<https://www.facebook.com/ClassicUrdumaterial/>

"میرے ادھرے ہوئے زخموں کو اور مت ادھیڑوں امان۔۔ میں اپنے والٹ کے لئے ویسے ہی  
دکھی ہوں" وہ دل تھامتا سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

"امان بھائی" وہ مڑا اور اس کے گلے لگ گیا۔

امان نے شانزہ کو دیکھا اور آنکھوں سے لپٹے زمان کی طرف اشارہ کیا جیسے کہہ رہا ہو کہ دیکھ رہی ہو زمان کو۔۔۔ شانزہ تو دونوں کو ہی عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"کون سی والی چھوڑ گئی زمان؟" وہ اس کے بال سہلاتا ہوا بولا۔

"ہاں صرف چار لڑکیوں سے ہی محبت کرتا تھا۔۔۔ ایک ہی ساتھ چاروں چھوڑ گئی۔۔۔ یہ لڑکیاں لوہیل کیوں نہیں ہوتیں" وہ مصنوعی تاثرات بنائے روتا ہوا اپنی ناک اس کی شرٹ پر رگڑنے لگا۔۔۔ امان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ زمان کا ایک ہاتھ امان کے کندھے پر تھا اور دوسرا ہاتھ امان کی پینٹ کی جیب میں جو اس کا پرس ٹول رہا تھا۔

"بائی داوے اتنا مکھن کیوں لگایا جا رہا ہے؟"

"کیونکہ مکھن کے ساتھ ساتھ والٹ بھی نکالا جا رہا ہے" وہ کامیاب ہو گیا تھا۔ امان کی مسکراہٹ سمٹی۔۔۔

"میرا والٹ دو مجھے" وہ چیخا۔

"کیوں دوں؟؟؟ بس اب میرا ہو گیا ہے" وہ بھاگتا ہوا ایسی جگہ جا کر کھڑا جہاں سے بھاگنے میں آسانی ہو۔

"میرا والٹ لوٹاؤ مجھے" وہ دانت پیس کر غصہ کی آخری حدوں پر پہنچ گیا۔ زمان نے اثبات میں سر ہلایا اور اس کا والٹ کھولنے لگا۔

"افو ہو اتنی نوٹیں۔۔۔۔۔ گرم نوٹیں" وہ ایک ایک کو سونگھ رہا تھا۔

"میں بتا رہا ہوں زمان والٹ میں پیسے رکھ دو اور مجھے پکڑا دو ورنہ بہت برا ہوگا" امان وارن کرتا ہوا بولا۔

شانزہ دور کھڑی ہو گئی تھی اور اب تماشہ ہوتے دیکھ رہی تھی۔

"آہا چلو لوٹا دیتے ہیں۔۔۔" ساری نوٹیں والٹ سے نکال کر جیب میں رکھ لیں او خالی والٹ اس کی جانب اچھ دیا۔

"لے لو۔۔۔ اور ہاں میں کسی کا احسان نہیں رکھتا! لوٹا دوں گا اگر کبھی زندگی میں اتنی نوٹیں آئیں ہاتھ میں" امان اب لب بھینچے اس دیکھ رہا تھا۔ "احسان" کا لفظ یہ جان کر بھی ادا کیا

تھا کہ صبح کسی کے پیسوں کا حلق میں اتار کر احسان رکھ آیا

"صبح کی سزا بھول گئے ہو لگتا ہے" وہ دانت پیس کر بولا۔



"نہیں نہیں بھولا نہیں میرے بھائی۔۔ اور ویسے بھی تم بھول رہے ہو اگر میری عنایت نہ ہوتی تو تم مجھے الٹا نہ لٹکا پاتے۔۔۔ اپنے پاؤں رسی میں نے خود باندھی تھی کیونکہ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں تھی" شانزہ کا منہ کھل گیا حیرت سے۔

وہ شانزہ کے پاس سے گزرنے لگا تو اسے حیران دیکھ کر رک گیا

"تم کیوں حیران ہو رہی ہو؟ اچھا ہے تمہارے شوہر کی مدد کردی ورنہ بہت وقت لگتا اسے مجھے قابو کرنے میں۔ میں نے صرف مدد کی تھی اور اس بہانے رسی بھی ڈھیلی باندھی تھی کہ اس کے جانے کے بعد اتار لوں گا"

"آج میں نے نہیں باندھی تھی رسی ورنہ۔۔۔" آنکھیں چھوٹی کر کے کہا۔

"ہاں تو احسان نہیں کیا" اس نے دوبارہ جواب دیا۔

"احسان ہی کیا زمان" آواز بلند تھی کہ زمان بھی چپ ہو گیا۔۔

"خیر ٹھیک ہی کہہ رہا ہو۔۔۔ اور یہ پیسے میں اپنے عیش و عشرت کے لئے نہیں بلکہ صرف والٹ لینے کے لئے لے رہا ہوں" وہ سر جھٹک کر بولا۔

"سونے کا والٹ لینا ہے کیا؟" امان طنزیہ بولا۔

"نہیں کینیڈا کا پاسپورٹ بنانا ہے۔۔ بھر دیکھنا تمہیں چھوڑ جاؤں گا" وہ خفا خفا سا بولا۔

امان نے ارد گرد نظریں دوڑائیں اور صوفے سے چھوٹا ملائم تکیہ اٹھا کر اسے کھینچ کر دے مارا۔  
 "ابھی دفع ہو کینیڈا!" وہ جو اسے دیکھتے ہی بھاگ رہا تھا اچانک زمین پر گر گیا۔

"ہائے اتنی زور سے مارا تم نے۔۔۔ یا اللہ میری کمر۔۔ ہائے میں مر گیا۔۔۔۔" شانزہ اسے یوں گرتے دیکھ کر بھاگتے ہوئے اس کے جانب آئی۔

"آپ کو زور سے لگی کیا؟" مدہم آواز میں کہتی وہ اس کے گرنے پر واقعی ڈر گئی تھی جبکہ امان دور کھڑا اپنے آپ کو ضبط کر رہا تھا۔

"ہائے لڑکی تمہارے شوہر اتنی زور سے تکیہ مارا میری کمر ٹوٹ گئی رے رے۔۔۔۔ ہائے مجھے موت کے فرشتے نظر آرہے ہیں۔۔۔۔ یا خدایا ابھی تو میری شادی بھی نہیں ہوئی۔۔۔۔" وہ کمر پکڑے زمین پر لیٹا دہائیاں دے رہی تھی۔

"انہیں تکلیف ہو رہی ہے" وہ امان کی طرف مڑ کر پریشانی سے بولی۔ زمان نے ایک آنکھ تھوڑی سی کھول کر امان کو دیکھا جو اسے خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔

"وہ نرم تکیہ ہے زمان۔ اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ ورنہ میں نے وہ حشر کرنا ہے جو زندگی بھر نہیں بھول پاؤ گے۔۔۔ انٹشن سیکر" وہ اتنی زور سے چیخا کہ زمان اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ شانزہ نے پلٹ کر امان کو دیکھا اور اس کے برابر رکھے ملائم چھوٹے تکیہ کو۔۔۔۔ وہ بھی بھول گئی تھی کہ وہ نرم سا تکیہ ہے۔

"تکیہ ہے مگر زور سے لگا ہے اور میں تکیہ لگنے کے بعد جھٹکے سے زمین پر گرا ہوں۔۔۔ ہاں نہیں تو اور کیا" زمان اپنی صفائی میں بولا۔

"تم جان بوجھ کر گرے ہو میں نے خود دیکھا ہے۔۔۔ تکیہ لگنے سے پہلے ہی تم زمین پر گر گئے تھے"

"بس بس۔۔۔ جارہا ہوں میں یہ گھر چھوڑ کر کینیڈا! کسی کو میری فکر نہیں بہنہ" وہ منہ پھیر کر پلٹ گیا۔۔۔ امان کی غصے سے دماغ کی رگیں پھول گئی۔ وہ اس کی جانب بڑھا اور گردن سے پکڑتا باہر لے آیا۔

"ہائے اللہ وہ اب نہیں چھوڑیں گے زمان بھائی کو" شانزہ دل پر ہاتھ رکھ کر خود سے کہتی ان کے پیچھے گئی۔

"اب میں نے کیا کر دیا امان" وہ جھکی گردن کو چھڑاتا ہوا بول رہا تھا۔

"گھر چھوڑنے کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ اب دیکھو میں کیا کرتا ہوں" گارڈن سے ہوتے ہوئے وہ حیران میں آنے لگا۔

"ہاں ہاں وہ ٹھیک ہے مگر پنکھا کمرے میں ہوتا ہے گیراج میں نہیں۔۔۔ اور رسی آج میں نہیں باندھوں گا۔۔۔ اب بھلا خود کو بھی الٹا میں ہی لگاؤں۔ ایک دفعہ کرلیا بار بار نہیں" وہ امان کو زچ کر رہا تھا۔

امان نے باہر کا دروازہ کھول کر اسے باہر نکالا اور دروازہ بند کر دیا۔

"اسلم کرسی لے آؤ اندر سے میرے لئے" امان نے آواز لگائی۔۔

"ہاں اور میری لئے بھی" زمان نے دروازے کے پار کھڑے ہو کر ہانک لگائی۔

"زیر لادو اس کے لئے" امان نے دانت پیسے۔

"ہاں اور امان کے لئے بھی۔۔" ایک اور ہانک لاگئی گئی۔۔ امان دروازے کو گھورتے رہ

گیا۔۔۔ اسلم کا دل چاہا دل کھول کر ہنسے۔

"اسلم دو کرسیاں لے آؤ" امان نے آواز لگائی۔ باہر کھڑے دروازے سے چپکے زمان کی آنکھیں

چمکیں۔ <https://www.classicurdumaterial.com>

"اب میرے لئے بھی منگوا ہی رہے ہو تو دروازہ ہی کھول دو تاکہ ایک دوسرے کو دور سے دیکھ

سکیں۔۔۔ پورے دو منٹ ہو گئے تمہاری شکل نہیں دیکھی" ساتھ مشورہ بھی دیا گیا۔ <https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/>

"اپنی بیوی کے لئے منگوائی ہے ایک کرسی" امان نے منہ دروازے کی جانب موڑ کر کہا۔

شانزہ لب چبائے اسے دیکھ رہی تھی۔

"زن مرید" زمان بڑبڑا کر رہ گیا۔ آتے جاتے لوگ اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ ان کے چہروں پر حیرانی نہیں بلکہ دکھ تھا کیونکہ وہ امان کو جانتے تھے۔ وہ بیزاری سے آس پاس دیکھتا ہوا گیٹ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

اسلم اندر سے دو کرسیاں لے آیا اور آمنے سامنے رکھ گیا۔ امان نے شانزہ کا ہاتھ تھاما اور کرسی پر لا بٹھادیا جبکہ دوسری کرسی ہر خود بیٹھ گیا۔ موبائل پر بپ ہوئی تو وہ آن کر کے نوٹیفیکیشنس چیک کرنے لگا۔۔۔۔۔

"میرے دل کے تار بجے بار بار" تھوڑی دیر بعد زمان کے گنگنانے سے وہ دونوں چونکے۔۔۔ یہ شخص ایسے بھی تنگ کریگا اب!؟

"میرے دماغ کے تار بجے بار بار" زمان نے قسم کھائی ہوئی تھی پورا گانا برباد کرنے میں۔

"تھوڑی حیا رکھ لو زمان" امان نے منہ موڑ کر دروازے کی سمت دیکھ کر کہا۔

"تھوڑی کیوں؟ پوری رکھوں گا!! بلایا تھا اسے آئی ہی نہیں لگتا ہے ابا گھر پر ہیں اس کے ورنہ ریسٹورینٹ میں ملاقات ہی کر لیتا" وہ دانتوں سے ناخن اکھیڑنے لگا۔ امان نے بمشکل خود ضبط کیا۔

"گرمی ویسے بہت ہے باہر" زمان تھکے لہجے میں بولا۔



"اندر آنا ہے؟" امان نے نرمی سے پوچھا۔ زمان ٹھٹھک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہاں آنا تو ہے" بند دروازے کی سمت منہ کر کے جواب دیا گیا۔

"ٹھیک ہے آجاؤ مگر میں دروازہ نہیں کھولوں گا۔۔۔"

"تو کیا ہیلی کاپٹر اندر لینڈ کراؤں؟؟" وہ دروازے کو گھور کر رہ گیا۔

"پھلانگ کر آجاؤ"

"صبح بھی پھلانگنے کے چکر میں گرتے گرتے بچا ہوں میں" وہ بڑبڑاتا ہوا گیٹ پھلانگنے لگا۔

دروازے کی اوپری طرف کھڑا ہوا تو اسے امان موبائل میں جھکا نظر آیا اور سامنے بیٹھی شانزہ اسے

ہی فکرمندی سے دیکھ رہی تھی۔۔ جب سے آیا تھا تب سے اس پر ظلم ہوتا ہی دیکھ رہی تھی

اسی لئے دل میں اس کے لئے ہمدردی بھی پیدا ہوئی تھی۔ اس کی طرف مسکراہٹ اچھالتا ہوا

زمین ہر کودا۔۔۔ <https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial>

"ہائے میں مر گیا۔۔۔ ہائے میں مر گیا میری کمر" اس کی دہائیوں پر امان بغی اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہسپتال جانے کی ضرورت ہے تو چل سکتے ہیں مجھے اچھا لگے واپسی پر مستیاں کرنے میں"

امان کے یوں کہنے پر وہ پوری آنکھیں کھول کر بیٹھ گیا۔۔

"لگتا ہے ٹھیک ہو رہا ہوں۔۔۔" زبان نے اٹھنے کے لئے امان کی جانب ہاتھ بڑھایا جسے امان نے تھام کر اسے اٹھایا۔

"ویسے لگی بڑی زور کی تھی امان"

"زور سے تو لگنی ہی تھی۔۔۔ آخر تمہاری کمر نہیں کمرہ ہے" ایک ہاتھ سے اس کی کمر سہلاتے ہوئے ساتھ ساتھ وہ وار بھی کر رہا تھا۔

"ٹھیک ٹھیک اب میں جا رہا ہوں" وہ کمر سہلاتے ہوئے کمرے میں چلا گیا۔ شانزہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ عصر کی آذان نے اسے متوجہ کیا اور وہ نماز پڑھنے چلی گئی۔

\*-----\*  
<https://www.classicurdumaterial.com/>

عصر کی آذان پر اس کی آنکھ کھلی تو وہ اٹھ بیٹھی۔ تھوڑی دیر اور لیٹی رہتی تو نیند پھر آ لیتی۔ وہ تھک بھی بہت گئی تھی آج! زبان کی گفتگو کا ہر لفظ اسے دل پر لگ رہا تھا۔ اس نے سو فیصد ٹھیک بات کی تھی۔۔ ہضم اس لئے نہیں ہو رہا تھا کیونکہ وہ سچ تھا۔ وضو کر کے کمرے کی وسط سے نکلتی ہوئی وہ ڈرائینگ روم میں آئی۔ جائے نماز پچھا کر نماز پڑھی۔۔ بے حد اطمینان اور سکون سے۔۔۔ ہر لفظ کو ایسے ادا کرتی جیسے وہ اپنے دل پر اتار رہی ہو۔ نماز پڑھ کر دعائیں مانگیں جس میں شانزہ ہمیشہ سے شامل تھی۔ اس کی خود کی بہن نہیں تھی مگر شانزہ میں ہی اسے اپنی بہن دکھا کرتی تھی۔

"فاطمہ نماز پڑھ کر چائے بنادو، میں بھی پکوڑے تل رہی ہوں" کچن سے صبور نے آواز لگائی تھی۔ تقریباً دس منٹ بعد فاطمہ کچن میں تھی۔

"عدیل بھائی کدھر ہیں؟" سرسری سا پوچھا۔

"جواب ہر ہے۔۔ ابھی آئے گا آفس سے تھوڑی ہی دیر میں، میں نے سوچا پکوڑے بنالوں اس کے لئے" فاطمہ نے رخ موڑ کر صبور کو دیکھا جو پکوڑے تل رہی تھی

"ایک بات کہوں اماں؟" کیپینٹ سے پتی نکال کر کھولنے لگی۔

"ہاں بولو"

"شانزہ یاد آتی ہے مجھے بہت" ہلکا ہلکا بھیگا لہجہ۔

صبور نے دکھ سے گہری سانس لی

"ہمم لیکن دیکھو وہ چھوڑ گئی ہمیں" وہ بے چاگی سے نفی میں سر ہکاتا ہوئے بولیں۔

"وہ چھوڑ گئی یا ہم منہ موڑ گئے اس سے؟" دونوں سلیپ پر ہاتھ رکھ کر وہ تھوڑا سا اچھل کر بیٹھ گئی۔

"اگر کوئی لڑکی کسی لڑکے کے ساتھ یوں تنہا اتنی قریب کھڑے دکھتی پائی جائے گی تو کیا مطلب ہوتا ہے اس کا فاطمہ؟ یہی ناکہ وہ ہم سے مخلص نہیں تھی"

"مگر اماں ایسا تو آپ کہتی ہیں نا؟ اللہ تو سب جانتا ہے"

"بے شک۔۔۔ لیکن جب ایک لڑکی تن تنہا ایک لڑکے کے ساتھ پائی جاتی ہے تو معاشرے میں غلط ہی سمجھا جاتا ہے، اب دیکھو سوالات کیسے ہوتے ہیں۔ اگر ایسا کچھ نہیں تھا تو لڑکی کالج کے پیچھے گئی ہی کیوں؟ اس لڑکے ایسا کیوں کہا کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے؟ رمشا نے جو کہا اس کی بات پر شانزہ کا چہرہ فق کیوں ہوا؟ اور جب ناصر بھائی نے اسے گھر سے نکالا تو وہ اسی مرد کی گاڑی میں کیوں گئی؟ تم صرف یہ بتاؤ وہ اپنا مستقبل سنوارنے کے لئے ہمیں اجاڑ گئی۔۔۔ عدیل صدمے میں ہے اب تک! محبت کتنی کرتا تھا اس سے؟ اور محلے میں ہم بدنام ہوتے ہوتے رہ گئے کہ شکر ہے دوپہر کا وقت تھا اور گرمی کے باعث سڑکوں پر رش نہیں تھا تو کسی نے نہیں دیکھا۔ نفیسیہ کتنے غم میں ہے، پاگل ہو رہی ہے وہ اس کی جدائی سے۔۔۔ عدیل کا محبت نام کے لفظ سے اعتبار اٹھ رہا ہے، وہ پاگل ہوتا جا رہا ہے۔۔۔ کیا وہ یہی چاہتی تھی؟؟؟ اگر مجھے پہلے پتا ہوتا اس کی حرکتوں کا تو میں اس سے کبھی بھی عدیل کا رشتہ نہیں جوڑتی۔ اب دیکھو عدیل اب کچھ سنبھلا ہے! اور میں اب اسے دوبارہ غم میں نہیں دیکھ سکتی۔۔۔" وہ نفی میں سر ہلاتیں کراہی میں اور تیل ڈالنے لگیں۔

اسے زمان کی باتیں یاد آنے لگیں۔

"اماں مجھ سے کسی نے کہا تھا کہ محبت کی پہلی سیڑھی ہی اعتبار کی ہوتی ہے۔۔۔ اگر رشتے میں اعتبار نہ ہو تو وہ محبت نہیں بلکہ کھوکھلا رشتہ کہلاتا ہے۔۔۔ کیا شانزہ نے اپنی صفائی میں کچھ کہا تھا؟ نہیں نا؟ کیونکہ اسے اپنی صفائی میں بولنے کا موقع ہی نہیں دیا گیا۔۔۔ صرف حکم سنائے گئے۔۔۔ کیا محبت اتنی کمزور تھی عدیل بھائی کی جو ایک تیسری لڑکی کی باتوں میں آکر کتنے سالوں کا اعتبار کھودیا؟ اماں محبوب سے عشق ایسا ہو کہ اس کی باتوں کے علاوہ کسی بات پر یقین نہ آئے۔ کیا وہ شانزہ کی محبت بھول گئے؟ انہیں صرف یاد رہا تو صرف اپنا چاہنا۔۔۔ وہ سوگ منار ہے ہیں کہ ان کا چاہنا برباد گیا! تو شانزہ کی محبت کیا دھواں بن کر ہوا میں اڑ گئی؟ یا کسی دریا میں بہہ گئی؟ اماں یہ محبت تو نہیں تھی؟ حقیقت تو یہ ہے کہ انسان صرف اپنے مفاد کا ہی سوچتا ہے! اب دیکھ ذرا میں سمجھتی ہوں کہ میں شانزہ سے بہنوں والی محبت کرتی ہوں مگر جس وقت مجھے بہن بن کر ساتھ دینا چاہئے تھا۔۔۔ کیا میں نے دیا؟؟؟ نہیں اماں! مجھے اب خبر ہوئی ہے کہ میرا بھی مفاد ہی تھا۔۔۔ مجھے اس وقت اپنے بھائی کی پڑی تھی اس کا نہیں سوچا میں نے کہ وہ کس درد سے گزر رہی ہے۔۔۔ نہیں دیکھا جاتا اماں مجھ سے چچی جان کی آنکھوں میں اداسی کا سمندر۔۔۔۔۔ چلچو کی تو آنکھ بھی نہ روئی۔۔۔ مگر میں اس بات کا وعدہ کرتی ہوں کہ کبھی اگر شانزہ لوٹتی ہے اپنا ہر رشتہ اس شخص سے ختم کر کے جو زبردستی جوڑا گیا تھا، میں اسے عدیل بھائی کا نہیں ہونے دوں گی۔۔۔ شانزہ کو اس شخص کی جس وقت ضرورت تھی اس وقت عدیل جاوید کی آنکھوں میں بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔ رہنے دیں



اماں۔۔۔ اب سب کچھ خود کھل کر سامنے آئے گا۔ اب میں ماضی نہیں دہراؤں گی۔۔۔ اور اللہ سب کے سامنے سچ عیاں کریگا" وہ سلیپ سے اترتی اور دودھ لینے فرج کی جانب بڑھ گئی۔ صبور چمچ ہلاتے ہوئے سوچ پر پڑ گئی تھیں۔۔۔ وہ کچھ بولی نہ تھیں۔ مگر فاطمہ اتنا ضرور سمجھ گئی تھی کہ وہ اس بارے میں سوچیں گی ضرور!

\*-----\*

"کھانا لگادیا لیے اماں دادا" کلثوم نے انہیں خبر دی۔۔۔

"تم کب آئی؟" اسے حیرت ہوئی۔

"یہی کوئی ایک گھنٹے پہلے، شہناز لالا کے ساتھ آئی ہوں۔۔۔ وہ اماں کی طبیعت تھوڑی بگڑی ہوئی تھی تو تاخیر ہو گئی۔۔۔ معاف کر دے گا دادا" اس کے یوں کہنے پر شانزہ نے اسے مسکرا کر دیکھا۔

"کوئی بات نہیں کلثوم۔۔۔ جاؤ اور زمان کو بھی بلا لاؤ" وہ بیڈ سے اٹھا۔

"وہ سو رہے ہیں دادا۔۔۔"

"ابھی تک؟" ماتھے پر بل آئے۔

"پتا نہیں دادا مگر میں نے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹا کر کھولا تو وہ سو رہے تھے" امان نے حیرت ظاہر کی اور اپنا لیپ ٹاپ بند کر دیا۔ کلثوم بتا کر چلی گئی۔

وہ اس قریب آیا اور ہاتھ تھامنے کو ہاتھ بڑھایا۔

"م۔ مجھے بھوک نہیں" وہ منمنائی۔۔۔ امان نے ایک آئبرو اچکا کر اسے دیکھا۔۔۔ اس نے دوپہر میں بھی کچھ نہیں کھایا تھا۔

"دوپہر سے کچھ نہیں کھایا تم نے" امان نے ایک ہاتھ سے اس کی زلفیں پیچھے کیں۔

"مجھے گھر جانا ہے۔۔۔" وہ ایک بار پھر منمنائی۔ امان کے تیور چڑھے۔۔

"گھر جانا ہے؟" وہ دانت پیس کر بولا۔ سختی سے اس کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کیا۔

"آپ مجھے گھر والوں سے ملوا تو سکتے ہیں نا؟" وہ تکلیف سے بولی۔

زمان جو کمرے کے پاس سے گزر رہا تھا اس کی آواز پر چونکا۔

"میں مجبور ہوں شانزہ۔۔ محبت کرتا ہوں تم سے تو کچھ کر نہیں پاتا۔۔۔ میری مجبوری کا فائدہ نہ

اٹھاؤ، میں نے تم سے کہا بھی تھا کہ میں غصہ میں بہت کچھ کر جاتا ہوں اور بعد میں پچھتانا

پڑتا ہے" خون آلود آنکھوں سے اس کی ڈری سہمی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ اسے گھور رہا

تھا۔۔ لہجہ بلا کا سخت۔۔

باہر کھڑا زمان جلدی سے آگے بڑھ زور سے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ وہ کچھ وقت اور ٹمھر کر شانزہ کو مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔

"امان آجاؤ کھانا کھانے۔۔۔ مجھے بھوک بھی لگی ہے"

امان نے چونک کر بند دروازے کو دیکھا۔ شانزہ کی سانسیں اب بھی اٹکی ہوئی تھیں البتہ وہ بھی چونکی تھی۔

"نیچے چلو" اس نے آہستہ مگر الفاظ چبا کر بولتے ہوئے اس کا ہاتھ چھوڑا۔ بیڈ سے موبائل اٹھا کر جیب میں رکھا اور دروازے کی جانب بڑھ کر دروازہ کھولا۔

"میں تمہیں ہی اٹھانے آ رہا تھا، کلثوم نے بتایا تم اب تک سو رہے تھے" تیور اب بھی چڑھے ہوئے تھے۔

"ہاں بھوک لگ رہی تھی تو اٹھ گیا۔۔۔ اب چل لو بھائی" امان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر وہ آگے بڑھنے لگا۔ امان شانزہ کو پکارنے کے لئے مڑنے لگا تو زمان نے اسے آگے کی طرف موڑ دیا۔

"ایک دفعہ کہہ دیا ہے تو آجائے گی وہ۔۔۔ بار بار کہنا اچھا نہیں ہوتا امان۔۔۔ آجاؤ" کانوں میں سرگوشی کرتا ہوا وہ اس لے کر سیڑھیاں اترنے لگا۔ امان نے کوئی جواب نہیں دیا۔ زمان نے گردن موڑ کر

شانزہ کو نرمی سے نیچے آنے کا اشارہ کیا اور امان کی طرف منہ موڑ لیا۔

"ایزی رہو۔۔۔ تمہیں ٹینشن لینے سے ڈاکٹرز نے منع کیا ہے یار۔ اپنا نہیں تو میرا ہی خیال رکھ لو" اس کی کمر سہلاتا ہوا وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ سپاٹ چہرہ لیا امان بھی کرسی کھینچتا اس پر دراز ہوا۔ زمان اپنا کھانا نکالنے لگا۔ تھوڑے ہی دیر بعد شانزہ دھیرے دھیرے قدم اٹھا کر نیچے آگئی۔

"آؤ شانزہ بہنا کھانا نکال لو پلیٹ میں" زمان نے مسکرا کر کہا

شانزہ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ گھر کی یاد آنا فطری بات ہے۔ رونا سا آنے لگا اور اس کے گال بھیگ گئے۔ امان نے بغور اس کے چہرے کو دیکھا۔

"یہ لو ٹشو اور آؤ میں کھانا نکال دوں تمہیں" میز پر سے ٹشو اٹھا کر اسے دیکھ کر وہ ایک خالی

صاف پلیٹ میں اسے کھانا نکالنے لگا۔

آنسو پونچھ کر وہ امان کے برابر ہی بیٹھ گئی۔

"کتننا نکالوں؟" زمان نے تھوڑے چاول ڈال کر پوچھا۔۔

"ا۔ اتنا ہی کافی ہے" وہ ہچکیوں کے درمیان بولی۔

شوربا ڈالتے ہوئے اس نے یہ بھی ثابت کر دیا تھا کہ وہ ایک بہن کا اچھا بھائی بھی بن سکتا

ہے۔ اب اس کھانے کی میز پر اس کی ذمہ داری بڑھ چکی۔۔

امان کا رویہ بھی دیکھنا تھا اور ساتھ ساتھ شانزہ کو چپ بھی کروانا تھا۔

"زمان میں کل سے آفس جوائن کر رہا ہوں تیار رہنا تم بھی کل" کھانے کا لقمہ منہ ڈالتے ہوئے امان نے بات کا آغاز کیا

"ہمم ڈیٹس گریٹ۔۔ اگر تمہیں لگتا ہے کہ تم اب ٹھیک ہو گئے ہو تو کرلو پھر جوائن" وہ اس کی بات کو سراہتا ہوا بولا۔ رات کے گیارہ بج گئے تھے۔۔ باقی وقت بھی باتوں میں گزر گیا۔ وہ آخری لقمہ منہ میں ڈال کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"شب بخیر" کہتا ساتھ ساتھ دھونے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ آج وہ تمام رات جاگنے والا تھا۔ ٹیرس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ ٹھنڈی ہوا اس کے کمرے کے ماحول کو سرد کر رہی تھیں۔ ایک دو کام سے فارغ ہوتا وہ تسلی سے اپنے وارڈروب کی جانب بڑھا۔ ایک کتاب نکالی اور پلٹ کر بیڈ پر آگیا۔۔۔

کمرے کی بتیاں بجھائیں اور ٹیرس کا دروازہ مکمل کھول کر تمام کھڑکیاں بھی کھول دیں۔ کمرے میں اندھیرہ ہو گیا تھا۔ تمام گارڈز اب تک جاچکے تھے۔ گھڑی کی طرف نگاہیں دوڑائیں تو بارہ بج رہے تھے۔ یہ ماحول اچھا تھا اس ڈائری کو پڑھنے کے لئے۔ سائڈ ٹیبل پر رکھے لیمپ کو روشن کیا۔ اسے یقین تھا کہ آج وہ یہ ڈائری ختم کر لے گا۔ ڈائری کے صفحات کھولے اور پلٹنے لگا۔ آخر کار وہ وہاں پہنچ گیا جہاں سے اس نے چھوڑا تھا۔



"ایک شخص کی وجہ سے یوں نسلیں ہوئی برباد۔۔۔"

"۶ مئی"

"عمر بڑھ رہی ہے اور بابا کی یاد دماغ پر حاوی ہو رہی ہے"

اس نے صفحہ پلٹا۔ ۶ مئی کے بعد ۱۶ جون کی ڈائری تھی۔ لگتا تھا کہ وقفہ وقفہ سے لکھی گئی ہے۔ شاید روز روز ڈائری لکھنا چھوڑ دیا تھا۔

"۱۶ جون"

"اپنی اور ماہ نور کی تصویر کے ساتھ بابا کی تصویر بھی لگادی۔"

<https://www.classicurdumaterial.com/>  
"۴ فروری"

"ہمیشہ کی طرح ماہی کو جسمانی تکلیف دے کر اپنی روح کو اذیت پہنچائی۔"

<https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/>

"۱۵ مارچ"

"یہ نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔"

"۲۱ مارچ"

"اب جینا ہے تو ان اذیتوں کے ساتھ"

"۱۱ اپریل"

"کیا کوئی اپنی ماں سے بھی نفرت کر سکتا ہے؟ کیا کوئی ہے اس دنیا میں جو یہ کہے کہ وہ اپنی ماں سے نفرت کرتا ہے؟ میں ان سے نفرت کرتا ہوں مگر----- خیر چھوڑو سب ٹھیک ہے، ایسا تو ہو ہی جاتا ہے" اور آگے ایک مسکراتا ہوا فیس۔

"۱۳ جون"

"امان اور زمان! میری زندگی میری دنیا۔۔۔۔! اس ڈائری سے انہیں ایک اور سبق مل سکتا ہے! یہ کہ ان کے باپ بہت بے وقوف تھا جس نے اپنے باپ کی زندگی کو دیکھ کر اپنی زندگی برباد کر ڈالی۔ ہر عورت ایک سی نہیں ہوتی اور سب مرد ایک فطرت کے نہیں ہوتے۔ اپنی زندگی اپنے باپ کی وجہ سے برباد مت کرنا۔ خدارا۔۔۔۔! یہ غلطی مت دہرانا۔ مستقبل تم دونوں کے ہاتھ میں ہے ورنہ یہ نسل در نسل یونہی چلتا رہے گا۔ بڑھتی عمر میری سوچ تبدیل کر رہی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم دونوں میرے جگر کے ٹکڑے میرے ماضی کو کوجھنے میں اپنی زندگی برباد کرو اور نہ میری وجہ سے اپنا ذہنی سکون متاثر کرو۔ محبت کی دنیا کے بے تاج بادشاہ بن جاؤ"

"۱۷ جولائی"

"آج پھر مارا اور اتنا مارا کہ نیل پڑ گئے۔ میرے آنسو بہہ رہے ہیں اور اتنے بہہ رہے ہیں گویا اپنی آنکھوں میں سمندر چھپا رکھا ہے۔۔۔ درد کے بنا دل ہو تو بھی کیا دل ہو؟ وہ باہر گئی مجھے

بتائے بغیر۔ میں ہمیشہ کہتا ہوں کہ میرے بغیر وہ کہیں نہیں جائے گی! مجھے ڈر لگتا ہے وہ مجھے چوڑ کر بھاگ جائے گی۔۔۔ اس لئے ہمیشہ سے ہی میں چاہتا ہوں کہ وہ میری بغیر گھر سے باہر قدم نہ نکالے۔"

"۱۶ ستمبر"

"میں منہاج سمیع شاہ۔۔۔ مجھے اپنے نام کے آگے "سمیع" لگانا بہت پسند ہے"

زمان نے لب بھیج کر صفحہ پلٹا۔

"۱۸ ستمبر"

"میں ہی غلط تھا مگر کوئی یہ بھی تو جانے کہ غلط تھا مگر کیوں؟ ایک شرارتی اور زندگی جینے والا بچہ کب سنجیدہ ہو گیا؟ کب دل میں کھلونے کے شوق سے چاقو اور بلیڈ سے کھیلنے کا شوق پیدا ہوا؟ مجھے لگتا ہے کہ مجھے سمجھنا مشکل ہے! بس ایک ہی ہے جو مجھے سمجھ سکتا ہے اور وہ صرف "تم" ہو۔ مجھے ماہ نور تو سمجھے گی جب میں اسے ڈائری پڑھنے کا موقع دوں گا۔ اس کو دیکھ کر مجھے محسوس ہوتا ہے کہ وہ میری کہانی جاننا چاہتی ہے مگر پھر لگتا ہے کہ یہ میرا وہم ہے۔"

"۳۰ جنوری"

"میری زندگی کا دوسرا خوشی کا دن! پہلا خوشی کا دن جب ماہی میری ہوئی اور دوسرا خوشی کا دن جو آج ہے۔ میرے بچے آج میری آنکھوں کی چمک کی وجہ بنے تھے۔ وہ دونوں چودہ کے ہو گئے ہیں۔ ماشاء اللہ" اور یہ پڑھتے پڑھتے زمان کو احساس ہوا کہ وہ اپنی زندگی کے چودہ سال بھی پڑھ چکا ہے

"میرا دل، میری جان۔۔۔ یہ دنیا میں میرے نام سے جانے جائیں گے اس سے بڑی اور کیا خوشی ہو

گی؟ میری مسکراہٹ کی وجہ! ہو سکتا ہے مجھے مستقبل میں میرے بچے اچھی سوچ اور اچھے لقبوں سے نہ پکاریں مگر۔۔۔! بس یہ یاد کرنا ایک باپ تھا جو صرف تمہارا تھا۔ ایک باپ تھا جو تمہاری ایک مسکراہٹ پر جی اٹھتا تھا اور جب تم روتے تھے دل چھلنی ہو جاتا تھا۔ آنسو ہیں کہ بے جا رہے ہیں۔۔۔ مگر یہ نہیں معلوم کہ خوشی سے یا دکھ سے۔۔۔!"

"۷ جون"

"ماہی تم میری ہو"

\*-----\*

وہ اس پر ایک آخری نظر غصہ کی ڈالتے ہوئے پیر پٹختا دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کا لہجہ سخت اور آنکھیں جو غصہ سے خون آلود تھیں یکدم بدل گئیں۔ آنکھیں نم ہو گئیں اور لہجہ

کپکپایا۔ دائیں ہاتھ میں تھامی بیلٹ ہاتھ سے چھوٹ کر زمین ہر گر گئی۔ آنکھیں اشک بہانے لگی۔ دوسرے کمرے میں موجود زخموں سے چور اس عورت کو ہر بار یوں مارنے کے بعد وہ اس کمرے میں بیٹھ کر زار و قطار رویا کرتا۔ بائیں ہاتھ سے دروازہ بند کر کے وہ کپکپاتے ہونٹوں کے ساتھ دروازے سے ٹیک لگائے وہ نیچے بیٹھتا چلا گیا۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بالوں میں پھنسا کر وہ ہچکیوں سے رو رہا تھا۔ آج بھی اسے بے دردی سے تکلیف کے حوالے کر کے وہ یہاں بیٹھا رو رہا تھا۔ مگر وہ جانتا تھا اب وہ عورت وہ کام نہیں کریگی جس کی وجہ سے اسے تکلیف دی ہے۔ وہ بے وجہ نہیں مارتا تھا۔ مگر اس شخص کا ظلم اس عورت باغی بھی بنا رہا تھا۔ دوسرے کمرے میں بیٹھی عورت کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ وہ اسے جسمانی تکلیف دے کر بعد میں خود بھی روتا ہے۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کو خوف سے دیکھا۔ یہ وہ ہاتھ تھے جو ہر بار اس پر اٹھے۔ ہاتھ کپکپانے لگے اور آنسوؤں میں تیزی آگئی۔۔۔۔ اور ہر بار کی طرح یہ رات بھی برباد۔۔۔! افسوس سے! دکھ سے! چھلنی ہوا دل اسے ساری رات سزا دینے والا تھا۔

\*-----\*

"۱۸ اگست"

"وہ مرگئی۔۔۔ مرگئی۔۔۔ میری ماہ نور۔۔ میں نے اس مار دیا۔۔ وہ میں نے نہیں مارا۔۔ میں بھلا اسے کیسے مار سکتا ہوں؟ میں نے اسے مار دیا ڈیئر ڈائری" زنان کے آنسو تیزی سے بہے۔ ڈائری



میں آس پاس خون کے چھینٹے تھے جیسے منہاج نے اپنے ہاتھ کو زخمی کیا ہوا۔ اسے اپنی ماں کی موت کا دن آیا۔ جب وہ چیخ چیخ کر رویا تھا۔ اس کی دل عزیز ماں موت کو لگا گئی تھی!

"اتنے سالوں بعد ایک بار پھر اس نے گھر جانے کی ضد کی اور میں اپنا ہاتھ نہیں روک پایا۔ وہ میں نے اسے بیلٹ سے مارا اور پتا نہیں۔۔۔ مگر میں نے نہیں مارا اسے۔۔۔ وہ بیلٹ اسے بہت زور سے لگی اور۔۔۔ وہ میں نے نہیں مارا ڈائری۔۔۔ میرے بچے مجھ سے نفرت کرنے لگے ہیں۔ مجھے میری ماہ نور چاہئے۔۔۔ مجھے میری محبت چاہئے۔۔۔ میں کیسے رہوں گا اس کے بغیر؟؟؟ نہیں مجھے وہ چاہئے۔۔۔ چھوڑ گئی مجھے۔ میں اسے بیلٹ سے مارتا رہا ہے اس لئے کہ وہ مجھے زندگی میں چھوڑ کر نہ چلی جائے مگر وہ مجھے دنیا میں اکیلا چھوڑ گئی۔ میں تڑپ رہا ہوں! یہ میں نے کیا کر دیا۔ ۱۱ اگست کی رات جب میں نے اس کو بیلٹ سے مارا تھا اس کے بعد میں چلا گیا تھا۔ مگر میں نے نہیں مارا اسے جان سے۔ پھر جب میں واپس آیا تو وہ بے جان ہوئے وجود کے ساتھ زمین پر ہی پڑی تھی۔ منہاج کی ماہ نور مر گئی ڈیئر ڈائری۔ میری زندگی کا نور ختم ہو گیا۔ میری ماہ نور ختم ہو گئی۔ میں اب اپنے آپ کو بھی ماردوں گا۔ ختم کردوں گا۔ میرے بچے مجھ سے نفرت کرنے لگے ہیں اور مجھے دھمکیاں دیتے ہیں کہ وہ مجھے چھوڑ جائیں گے۔ امان۔۔۔ امان میں مجھے اپنا عکس لگتا ہے کہیں وہ میری طرح تو نہیں بن جائے گا؟ نہیں نہیں۔۔۔ ایسا نہ ہو کبھی۔ میں نے پہلی دفعہ ان دونوں پر ہاتھ اٹھایا۔۔۔ ہمیشہ ایسے ہی تو ہوا ہے! جب

جب جس پر ہاتھ اٹھایا وہ میرا ہی رہا مگر ماہ نور چھوڑ گئی اور اب بچے۔۔۔ وہ کہتا ہے وہ مجھ سے زمان کو دور لے جائے گا اگر میں نے اب زمان کو ہاتھ بھی لگایا ڈیئر ڈائری! میرے بچے۔۔۔۔۔

مجھے ماہ نور چاہئے۔۔ وہ مجھے چھوڑ گئی۔ میں نہیں رہ سکتا اپنی ماہی کے بغیر اس لئے میں نے تمہیہ کیا ہے کہ میں مرجاؤں گا۔ ۱۸ اگست لے آج اور آج کے دن منہاج شاہ کا وجود مٹ جائے گا۔۔۔ اور یادیں؟ یادیں اس کے بچوں پر منحصر ہیں کہ وہ یاد کریں یا پھر۔۔۔ بس ان باتوں کے آگے کچھ سوچنے کی ہمت بھی نہیں۔ ماہ نور کے بنا آج آٹھواں دن ہے ڈیئر ڈائری۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ میں مرنے کے بعد اس سے ملوں گا! تم خود ہی بتاؤ میں ایسا کیوں کہوں؟ خودکشی حرام ہے! اور میں یہ حرام کام کرنے جا رہا ہوں۔" زمان کا ضبط بکھر گیا۔ گویا وقت پلٹ آیا ہو اور وہ اپنے باپ کے مرنے کا منظر دیکھ رہا ہو۔۔۔ آہ کیا اذیت ناک وقت تھا۔

"میری زندگی تم پر تمام کردی میں نے ڈیئر ڈائری۔ میری داستان اگر کوئی پڑھنا چاہے تو وہ تمہیں پڑھ کر میرا ماضی جان سکتا لے مگر بد قسمتی یہ کہ کوئی جاننا ہی نہیں چاہتا۔ آنسو بہہ رہے ہیں اور ہاتھ ہر بلیڈ مارنے کی وجہ خون بہہ رہا ہے۔۔۔ سوری ڈائری میرے ہاتھ سے بہتا خون تمہیں گندا کر رہا ہے نا؟ مگر تم فکر نہ کرو یہ سب ختم نہیں ہوگا مگر میں ہو جاؤں گا۔ میں مٹ جاؤں گا اور تم میرے ہر لفظ کو اپنے صفحوں میں ہی چھپا کر رکھنا۔ میں نے ماہ نور کو ماریا۔ اسلام نے عورت کو بہت بڑا مقام دیا ہے مگر میں کچھ معاشرے میں میرے جیسے مرد!!!! جو عورت کو

مارپیٹ کر خود کو تسکین پہنچاتے ہیں۔۔۔! مگر۔۔۔ مگر میں کبھی اس پر ہاتھ اٹھا کر خوش تو نہیں ہوا؟۔ ہر بار رویا ہوں اسے تکلیف دے کر۔ وہ جب جب تڑپی ساتھ میں بھی تڑپا۔ میں مر رہا ہوں میرے بچوں۔۔۔ میری یادوں کو مٹا دینا اگر تم چاہو تو۔۔۔ ڈیئر ڈائری اپنے صفحوں پر میرا نام اور ایک ایک لفظ محفوظ رکھنا۔ میں جانتا ہوں کہ خود کشتی حرام لیے مگر یہ حرام کام میں کرنے والا ہو۔ تمہاری ماں سے ملنا چاہتا ہوں میرے بچوں۔ کیا پتا میں جہنم میں جاؤں اور ماہی سے نہ مل پاؤں۔ میری نقش قدم پر مت چلنا۔ ورنہ اپنی زندگیوں کے ساتھ ساتھ اپنی نسلیں بھی تباہ کر دو گے! کبھی اپنے جسم کو بھی ایذا مت دینا۔ یہ جسم اللہ کی امانت ہے جو ہمیں لوٹانا ہے۔ تمہارے باپ نے خود کے ساتھ ساتھ اپنی محبوب بیوی کو بھی اذیت دی۔ عورت پر ہاتھ اٹھاتے وقت یہ ضرور سوچ لینا کہ وہ کسی کی کانچ کی گریا ہے۔ کسی کے آنچل میں کھلنے والا پھول لیے جسے بیاہ کر تم لے گئے۔ اسے پیار سے رکھو۔ بہت پیار سے۔ وہ مضبوط عورت جو تمہاری ماں تھی وہ ہار گئی میرے لئے خود کو تکلیف پہنچاتے پہنچاتے۔ وہ تھی تو میں تھا۔ میں ہی غلط تھا ڈیئر ڈائری! کیا اللہ مجھے معاف کریگا؟ میں نے اس پر ظلم کیا ہے جس کو اسلام نے بلند مقام دیا۔ وہ ایک اچھی ازدواجی زندگی کی خواہش رکھتی تھی ہر عورتوں کی طرح۔ اچھی ازدواجی زندگی جس میں شوہر محبت کرے اور شک نہ کرے۔

محبت کی پہلی سیڑھی ہی تو اعتبار کی ہوتی ہے مگر۔۔۔۔۔ یہ میں نے کیا کر دیا۔ اپنے ماضی کی وجہ سے اپنا مستقبل برباد کر دیا، کسی کی زندگی برباد کر دی۔ اسے مار دیا میں نے۔ کیا ہر ماں کی طرح اس کے دل میں خواہش نہیں ہوگی کہ وہ اپنے بچوں کو بڑھتے دیکھے، جب وہ ڈگریاں لے کر پلٹیں تو اپنے ماں باپ کی سمت آئیں۔ ہر ماں کی طرح کیا اس کا خواب نہیں ہوگا کہ وہ اپنے بچوں کے لاڈ اٹھائے ساری عمر؟ ان کی اچھی تربیت کرے؟ لیکن میں نے تو اسے مار دیا۔۔۔ میں نے اپنی محبوب بیوی کو مار دیا۔ میری ماں مجھ سے دور چلی گئی اور میں نے اپنے بچوں کی ماں کو ان سے دور کر دیا۔ کیا فرق رہ گیا گھر برباد کرنے میں؟؟؟؟ میں نے اس کے خواب کچل دیئے ڈیئر ڈائری۔ میں نے اپنی محبت دیکھی صرف مگر وہ۔۔۔ مجھے اس سے بے حد محبت ہے۔ یہ وہ عورت تھی جو میری محبت میں ایک دفعہ کہنے پر اپنے گھر والوں چھوڑ آئی۔ یہ بات مجھے عمر کی اس دہلیز میں سمجھ آئی ہے کہ عورت اگر آپ کو چھوڑنے کا تہیہ کر لے تو اسے جانے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ اگر ماہی کی نیت ہوتی تو وہ مجھے کسی بھی طرح بلکہ ہر طرح سے چھوڑ سکتی تھی۔ وہ میرے ساتھ رہی! میرا ظلم سہتی رہی۔ میری ایک مسکراہٹ پر جی اٹھتی۔۔۔ اسے موت کے گلے میں نے لگایا ہے ڈیئر ڈائری۔ میں تڑپ رہا ہوں۔ میرا ماضی مجھے برباد کر گیا! مگر میں نے اپنی بیوی کا زندہ دل بھی مار دیا۔ میں قاتل ہوں۔ مجھے تم سے محبت ہے ماہی۔ تمہارے بغیر میرا گزارا نہیں ماہی۔ میں نے ایک عورت پر ظلم کیا۔ عورت بھی وہ جو میری محبت تھی۔ جو میری تھی صرف میری۔ وجود اور روح دونوں سے۔

میں غلط تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس داستان میں غلط میں تھا۔ میں نے اس کے خواب چکنا چور کر دیئے۔۔ غلط میں تھا۔ میرے بچے بھی مجھ سے منہ موڑ گئے تو اب میرا دنیا میں کوئی نہیں۔ میری ماں سے کہنا مجھے اس سے محبت تھی۔ مجھے اس کی ضرورت تھی مگر۔۔۔۔ خیر چھوڑو اب سب ٹھیک ہونے جا رہا ہے۔۔ کیونکہ میں دنیا سے جا رہا ہوں۔۔۔ پستول میرے ہاتھ میں ہے اور بس یہ چلنے والی ہے۔۔۔ منہاج شاہ اپنے بچوں سے محبت کرتا ہے۔۔۔ اللہ حافظ ڈیئر! شکریہ اتنے سال میرے ساتھ رہنے کے لئے۔

~ منہاج شاہ "

اور آخری میں ایک لائین درج تھا جو منہاج نے ہی لکھی تھی۔

"تم تھک گئی ہوگی اپنے صفحوں پر میرا

قلم رگڑتے رگڑتے۔۔۔ تم بھی اب آرام کرو"

صفحوں پر خون تھا۔ آخری میں بس ایک بڑا دل تھا جس میں ماہ نور، امان اور زمان کا نام درج تھا۔

زمان کو صدمہ کی حالت میں تھا۔ دل چھلنی، روح چھلنی، جسم چھلنی اور تکلیف بے جا! آنسو بے ربط، سانسیں بے ربط۔ سسکیاں اور ہچکیاں۔ فجر کی آذان اس کے اندر غبار ختم کرنے لگی۔

قدم اٹھے تو بے اختیار وضو کے لئے۔۔۔ میں اور میرا اللہ! اور میرے ماں باپ کی یادیں۔



\*-----\*

ٹھنڈی ہوا اس شخص کے چہرے کو چھو رہی تھی۔ کپکپاتے ہاتھوں کے ساتھ وہ قلم پکڑے کچھ لکھ رہا تھا۔ ایک ہاتھ سے چہرے رگڑتا کہ آنسو مٹ جائیں مگر پھر سے وہ آنکھیں بہنے لگیں۔ وہ تیزی سے قلم اس کتاب پر چلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر ہاتھ اس قدر کپکپا رہے تھے کہ وہ قلم اس سے چھوٹ رہا تھا۔ ہاتھ کی گرفت مضبوط نہیں ہو رہی تھی۔ بائیں ہاتھ میں پستول پکڑ لی تھی اور اب دائیں ہاتھ کتاب پر چل رہے تھے۔ سامنے دیوار پر بہت سی تصویریں تھیں۔ ایک اس کی شادی کی بھی تھی اور ایک اس کے باپ کی۔ بستر کی چادر بگڑی ہوئی حالت میں تھی۔ سفید پردے ہوا کی باعث ہل رہے تھے۔ وہ شخص نڈھال سا بہتے آنسو اور کپکپاتے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ اب بھی لکھنے میں مصروف تھا۔ کبھی نظریں اٹھا کر سائیڈ ٹیبل پر رکھی تصویر پر دیکھتا جس میں ایک خوش شکل اور مسکراتی ہوئی لڑکی تھی اور کبھی نگاہیں جھکا کر لکھنے لگتا۔ دائیں ہاتھ سے خون بھی بہا جا رہا تھا جو اب اس کے صفحوں پر جذب ہو رہا تھا۔ عجیب وحشی سے خاموشی تھی بس گونج رہی تھیں تو سسکیاں۔ اس کے دونوں بچے دوسرے کمرے میں اندر سے دروازہ لاک کئے بیٹھے تھے تاکہ باپ نہ آسکے۔ آنسو اس کتاب میں گر کر اس کتاب کو اب گیلا کر رہے تھے۔ اس نے جھٹکے سے ڈائری بند کی اور اسے چوم کر لبوں سے لگائے رکھا۔ بیڈ پر

اس ڈائری کو رکھ کر وہ قلم بیڈ پر پھینک کر کھڑا ہو گیا۔ بائیں ہاتھ کی گرفت پستول پر مضبوط ہوئی۔ اس نے موبائل اٹھایا اور کال ملائی۔

"ہیلو معظّم۔۔۔" دو لفظ ادا ہوئے۔ دوسری طرف موجود کو اس کا لہجہ بھینگا ہوا محسوس ہوا۔ وہ چونکا۔

"کیا ہوا منہاج دادا؟"

"س۔ سب گارڈز کہاں ہ۔۔۔" لفظ ادا نہیں ہو پائے۔

"سب چلے گئے ہیں مگر میں یہیں آج ٹمہرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔۔۔ میں نیچے ہی گیراج میں اپنی ڈیوٹی کر رہا ہوں۔ اپنے بیٹے کو گھر بچھو ادیا ہے۔۔۔ میری بیوی کی کال آئی تھی کہ شہناز کو گھر بھیج دوں تو میں نے اسے بچھو ادیا۔ آپ فکر نہ کریں میں نیچے ہی ہوں۔"

"ہمم" یہ لفظ ادا کرتے ہوئے وہ اپنے دونوں بیٹوں کے بارے میں سوچنے لگا۔

"آپ کو کوئی کام ہے تو میں اوپر آؤں دادا؟" وہ جانتا تھا کہ وہ ٹھیک نہیں ہوگا۔ اس کی بیوی کو مرے دن ہی کتنے ہوئے تھے۔

"میرا ایک کام کرینگے؟ بابا سائیں!" وہ ٹمہر کر بولا۔ پہلی بار اس نے انہیں بابا سائیں کہا تھا۔ وہ خوشی سے جہاں نہال ہوئے تھے وہاں کئی اندیشے بھی نمودار ہوئے تھے۔

"جی دادا"

"میں مر رہا ہوں بابا سائیں۔ میرے بائیں ہاتھ میں پستول ہے جو میں خود پر چلا رہا ہوں۔ آپ تو جب سے اس گھر میں تب سے کام کر رہے ہیں نا جب میں پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔۔۔۔۔"

"نہیں میرا بچہ ایسا نہیں کرتے۔۔۔ خودکشی نہیں۔۔ ایسا نہیں بیٹے" اس کے الفاظ انہیں چھلنی کر گئے۔

"بابا سائیں میری بات مت کاٹیں۔۔ مجھے آج کہہ دینے دیں۔۔۔ بس سمجھیں کہ وہ بچہ جو آپ کے سامنے کھیلا کودا، بولنا سیکھا وہ مر رہا ہے۔۔ اس کا۔۔ اس کا وو۔ وجود باقی ہے بس، روح تو کب کی مر چکی۔۔ بابا سائیں" وہ رونے لگا۔

"نہیں میرا بچہ" وہ تڑپ اٹھے۔

"آپ کے سامنے کی بات ہے جب میں پیدا ہوا۔۔ ہے نا؟ آپ کے سامنے کی بات ہوگی جب خود کو مار لوں گا۔ بس ایک۔۔ صرف ایک وصیت۔۔۔ بس ایک۔۔۔ میرے بچوں کا خیال رکھئے گا۔ ان کو بتائیے گا میرے بارے میں۔ ان سے کہیئے گا ان کا باپ اتنا برا نہیں ہے خدا را آپ ایسا کہیں گے نا؟ آپ تو سب سمجھتے ہیں نا؟ آپ تو اس گھر کے پرانے باسی ہیں نا۔۔۔ اور یہ کہ۔۔۔ می۔ یہ کہ وہ ماما۔۔۔ میری ماما۔۔ ان سے کہیئے گا میں ان سے بہت محبت کرتا ہوں۔ میں نے نفرت کبھی بھی نہیں کی مگر۔۔۔۔ ان سے کہیئے گا کہ انہوں نے جس بیٹے کو

جہنم دیا اس بیٹے کو خود ہی مار دیا۔ جیتے جی۔۔۔ تڑپتا ہوا چھوڑ گئیں وہ اسے۔۔۔ انہیں میرا چہرہ مت دکھائیے گا۔۔۔ میرے چہرے پر ان کی نظر بھی نہ پڑے۔ اس گھر کو جس جس وقت ان کی ضرورت تھی وہ میسر نہیں تھیں۔ وہ میرے باپ کو مفلوج کر گئیں۔ وجود سے دماغ سے۔ اپنے بیٹے کو وحشی بنا ڈالا۔ میرا باپ ان کی وجہ سے سسکتا سسکتا آخری وقتوں میں انہیں پکارتا مر گیا۔ ان کی وجہ سے میں نے اپنا باپ کھودیا اور۔۔۔ میں نے۔۔۔ وہ میں نے اپنی بیوی کو اتنی اذیت دی کہ وہ مر گئی۔۔۔ وہ مجھے چھوڑ گئی۔۔۔ میں مر رہا ہوں بابا سائیں۔۔۔ جس گھر میں میری ہنسی گونجا کرتی تھی اسی گھر میں خون اچھلا لے۔ چیخیں بلند ہوئی ہیں اور وحشتیں گونجی ہیں۔۔۔ وحشتِ آواگی۔۔۔ اللہ حافظ بابا سائیں۔۔۔ میری وصیت یاد رکھیے گا "ہاتھ کانپنے لگے مگر بظاہر مضبوطی سے وہ اس کو کنپٹی پر رکھ کر آنکھیں بند کر گیا۔ بس تھوڑے وقت کی تکلیف ہے اور وجود سے روح الگ ہو جائے گی! اسی خاموش ماحول میں جہاں گھاٹیوں کا اندھیرہ چھایا ہوا تھا وہاں ایک زوردار آواز گونجی اور وہ کھڑا شخص زمین بوس ہو گیا۔ خون کے پھینٹیں دیواروں، پردوں اور زمین پر پڑیں۔ اور وہ دنیاوی تکلیف سے آزاد ہو گیا۔۔۔۔۔! دوسرے کمرے میں موجود بچوں کی رنگت فق ہوئی۔ مگر ان میں سے ایک نے سنبھل کر دوسرے کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کا سر اپنی گود میں رکھ دیا۔ باہر کھڑے وہ معظم بابا ساکت ہوئے کان میں لگے فون سے آتی "ٹھاہ" کی آواز پر ششدر کھڑے تھے۔ گالوں پر آنسو بے ربط بہہ رہے تھے۔۔۔

یہ گھر ایک اور جان لے گیا۔ تیسری جان!

"ان للہ و ان الیہ راجعون" کہہ کر انہوں درد سے آنکھیں میچیں تھیں۔

\*-----\*

میت اندر کمرے میں رکھی تھی۔ وہ عورت بھی آئی تھی اپنی اولاد کی موت پر۔ اس کا چہرہ دیکھنے۔ صدمے سے چور۔۔۔

"آپ اندر نہیں آسکتی۔۔ مجھے معاف کیجیئے گا" وہ جھکے سر سے اس عورت کو اندر آنے سے انکار کر رہے تھے۔

"وہ میرا بیٹا ہے معظم صاحب!" وہ عورت درد سے چیخیں تھیں۔

"ہاں آپ کا ہی بیٹا تھا۔ آخری بار کہا تھا اس نے کہ میں بتادوں اس کی ماں کو کہ وہ ان سے بہت محبت کرتا ہے مگر وہ چاہتا ہے کہ اس کا چہرہ اس کی ماں کو نہ دکھایا جائے۔۔۔" کہتے ساتھ سر اٹھا کر اس عورت کو دیکھا جو ساکت کھڑی تھی۔

"اس نے۔۔ اس نے مجھے۔۔ یہ۔۔۔"



"جی انہوں نے یہی کہا ہے میڈم اب آپ جاستی ہیں" وہ جھکے سر کے ساتھ بولا۔ بہت دیر گزر گئی مگر اس عورت کی آواز نہ آئی تو اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ دور لڑکتے قدموں سے اسے جاتی دکھی تھی۔ جس کی نہ کوئی منزل تھی اور نہ کوئی ٹھکانہ۔۔۔

\*-----\*

ساری رات جاگ کر اس نے بلاآخر وہ ڈائری مکمل پڑھ ہی لی تھی۔ نماز فجر کے بعد وہ سونے لیٹا تھا مگر نیند ہی نہ آئی۔ سب باتیں یاد آرہی تھی۔ انسان کا اپنی سوچوں پر بھی بس نہیں ہوتا۔ کافی دیر بعد بلاآخر وہ نیند کی وادیوں میں اتر ہی گیا۔ قریب کوئی گیارہ بجے امان اس کے کمرے میں داخل ہوا۔ بستر اڑھا ترچھے لیٹے ہوئے زمان کے قریب آکر اس کی چادر درست کر کے اس کے اوپر اورھا دی۔ کوٹ پینٹ میں ملبوس وہ آفس جانے کو تیار کھڑا تھا۔ نکھرا نکھرا سا۔ وہ واقعی ایک ہینڈسم مرد تھا۔ آہستگی سے قدم بڑھاتے وہ بیڈ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ ہاتھوں کے پوروں سے سوتے زمان کا چہرہ چھو کر اب وہ اس کے بال سہلا رہا تھا۔ کسی کا لمس اپنے چہرے ہر محسوس کرتے ہوئے وہ چھوٹی چھوٹی آنکھیں کھول کر اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ اس وقت زمان کے گھنے بال اس کے منہ پر چھائے ہوئے تھے۔ اسے امان کچھ پہچانا پہچانا سا لگا تو اس نے اپنا سر اس کی گود میں رکھ دیا۔ امان مسکرا دیا۔

"اٹھ جاؤ زمان" وہ بہت پیار اور نرمی سے بولا۔

"نکاح خواں آگیا؟" سوئے سوئے لہجے میں پوچھا گیا۔ امان الجھا۔

"کیوں؟"

"میرا نکاح؟" معصومیت کی انتہاء۔

"کروادیں گے۔۔۔ وہ بھی کروادیں گے! بہت جلد!"

"انشاء اللہ بول دو امان" سوتے ہوئے بھی شادی کی بے حد فکر کھائی جا رہی تھی۔

"انشاء اللہ تو میں بول دوں مگر تمہیں کوئی لڑکی پسند ہی نہیں کرتی" امان مسکراہٹ دباتے ہوئے

چھیڑا۔ زمان بے ساختہ مسکرایا۔ زمان نے اپنے سر کے ساتھ اپنے ہاتھ بھی اس کی گود میں

رکھے ہوئے تھے۔ <https://www.classicurdumaterial.com/>

"سنو! مجھے کمر میں بہت درد ہے۔۔۔ تکلیف ختم ہی نہیں ہوئی" وہ آنکھیں میچیں بتا رہا تھا۔

نیند حاوی تھی جس کے باعث آنکھیں کھولنے کا بھی دل نہیں کر رہا تھا۔ <https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/>

"کل کی وجہ سے؟" امان کو اپنی غلطی کا احساس تھا۔

"جی"

"بہت زور سے لگ گئی لگی ہوگی! ڈاکٹر کے پاس چلو، اٹھو آؤ" اس نے اٹھنا چاہا مگر زمان نے

اسے مضبوطی سے پکڑ لیا۔

"اتنا بھی درد نہیں ہے۔۔۔ بس ٹھیک ہوں میں۔ لیٹا ہوا ہوں تو زیادہ محسوس ہو رہا ہے"

"تو پھر اٹھو آفس چلو۔ تم نے ویسے ہی اب آنا چھوڑا ہوا ہے"

"لاہور میں جھک مارنے گیا تھا؟" نیند میں بھی جواب ہوتے پورے تھے۔

"آفس کب سے جوائن کرو گے زمان؟" بالوں ہر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

"لاہور کی تھکن نہیں اتری ابھی"

"تو پھر کب تک آرام کرنے کا ارادہ ہے؟"

"ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ، سات، آٹھ، نو سال تک! اور اس وقت بھی دیکھوں گا کہ تھکن اتری کہ نہیں" اس کی بات ختم ہوتے ہی امان نے اسے جھڑکا۔

"اتنی غیر سنجیدگی اچھی نہیں ہوتی زمان۔۔ مجھے کل سے تم آفس جاتے دکھو" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔۔  
 "کل سے جوائن کروں گا پکا" اس نے انگڑائی لیتے ہوئے جواب دیا۔

"جاربا ہوں میں" اثبات میں سر ہلاتا وہ مڑا ہی تھا کہ زمان نے اسے روک۔

"خیال رکھنا! تم ویسے ہی بیمار تھے" تاکید کر کے پھر آنکھیں موند لیں۔ امان کے لبوں پر  
 مسکراہٹ رینگلی اور وہ "ہمم" کرتا مڑ گیا

کوٹ درست کرتا ایک آخری گرمی نگاہ اس پر ڈال کر وہ پلٹ گیا۔ واچ دیکھتے ہوئے وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ شانزہ گرمی نیند میں تھی۔ چابی میز سے اٹھا کر وہ اس کے قریب آیا۔ اس کا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگایا اور پیار سے تکلنے لگا۔ ہاتھوں سے اس کی چہرے کو چھپاتی زلفوں کو پیچھے کر کے اس کی پیشانی چوم کر کھڑا ہو گیا۔ وہ لیٹ ہو رہا تھا۔ سنگھار میز کو ایک نظر دیکھا جہاں شیشہ اب تک نہیں لگا تھا۔ گرمی سانس بھرتا وہ نیچے کی طرف ہو لیا۔

\*-----\*

"چائے لادو فاطمہ" عدیل کی آواز پر وہ دوبارہ کچن کی سمت مڑی۔ عدیل نے گھڑی کی نظریں دوڑائیں۔ گیارہ بجنے لگے تھے۔ دھوپ تیز ہو رہی تھی۔

"تم آج نہیں گئی کالج؟" فاطمہ نے اس کے آگے چائے رکھی۔

"نہیں" مختصر جواب!

"کیوں؟" سرسری انداز۔

"اب صرف پریکٹیکل ہی لینے جاتی ہوں! شانزہ کے بغیر کالج جانے کا بھی مزہ نہیں آتا۔ پہلے

وہ ہوتی تھی تو ہم سارے سارے وقت مزے اور ہنستے ہی رہتے تھے" سنجیدہ چہرہ۔ عدیل کا

مزاج سرد ہوا۔

"اس لڑکی کا آئینہ نام مت لینا" چائے کا گھونٹ بھر کر آواز کے ساتھ کپ کو میز پر پٹھا۔  
 "بہن کا نام لینا بھلا کیسے چھوڑا جاسکتا ہے" بریڈ پر مکھن لگاتے ہوئے تحمل سے بولی۔

"بہن والا ساتھ دیا ہے اس نے تمہارا؟" کڑوا طنز۔

"آپ نے منگیت والا ساتھ دیا اس کا؟۔۔۔ میرا تو ہر بار پورا پورا ساتھ دیا ہے!" بخویں اچکا کر  
 پوچھا تھا یا طنز کیا تھا۔۔ وہ سمجھ نہ پایا۔

"مطلب کیا ہے تمہارا"

"مطلب جاننا اتنا مشکل نہیں آپ کے لئے" بریڈ کا ٹکڑا منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

<https://www.classicurdumaterial.com/>  
 "چپ رہو فاطمہ! بکو اس نہیں کرنا اب!" وہ غرایا۔

[Support@classicurdumaterial.com](mailto:Support@classicurdumaterial.com)  
 "میں نے کوئی اضافی بات نہیں کی! آپ نے جو پوچھا اسی کا جواب دیا ہے" فاطمہ چائے کا  
<https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/>  
 گھونٹ بھرا۔

"تو کیا اس نے ٹھیک کیا میرا اعتبار توڑ کر؟" عدیل دانت پیسے۔

"آپ کو کیسے پتا اس نے آپ کا اعتبار توڑا ہے؟"

عدیل کو اس کی دماغی حالت پر شک ہوا۔



"کیا یہ واقعہ ہمارے سامنے پیش نہیں آیا تھا؟ جس نے اپنی ماں اور باپ کی عزت کی فکر نہیں کی کیا وہ میری بعد میں کرتی؟؟ کہہ دیتی کہ مجھ سے کہ اسے کوئی اور پسند ہے؟ مجھ سے کیوں محبت کے ڈھونگ رچا رہی تھی"

"اب آپ غلطی پر ہیں بھائی! پہلی بات میں سب کی نہیں صرف آپ کی بات کر رہی تھی! دوسری بات اگر وہ محبت کا صرف ڈھونگ رچا رہی ہوتی تو آپ کی طرف پہلے امید سے اور پھر آپ کی آنکھوں میں بے یقینی دیکھ کر ششدر نہ ہو جاتی! چہرے کے تاثرات سب بتا دیتے ہیں بھائی۔ نا انصافی اس کے ساتھ ہوئی ہے! ہر چیز آنکھوں کے سامنے عیاں ہے اگر آنکھی کھول کر دیکھیں! میرا ناشتہ خراب دیا" اپنا ناشتہ اٹھا کر تخت سے کہتی کمرے طرف بڑھ گئی۔ کرسی پر بیٹھا عدیل نے غصہ سے لب بھینچے تھے۔

\*-----\*

قرب ایک بجے وہ اس کی آنکھ کھلی تھی۔ انگریزی لیتا ہوا وہ اٹھ بیٹھا۔ تیز دھوپ اس کی کھلی کھڑکی سے اندر آرہی تھی۔ کچھ وقت یونہی بیٹھنے کے بعد وہ واشروم سے فریش ہو آیا۔ سائیڈ ٹیبل سے موبائل اٹھا کر جیب میں رکھا۔ منہاج کی ڈائری بھی میز پر ہی پڑی تھی۔ ایک گرم نگاہ اس پر ڈال کر اسے تھام کر آرام سے وارڈروب میں محفوظ جگہ پر رکھ دیا۔ اسے شانزہ سے تفصیل سے بات کرنے کا یہ موقع اچھا لگا، اور امان بھی گھر پر نہیں تھا۔ وہ سیڑھیاں اترتا لاؤنج

میں داخل ہوا۔ لاؤنج مکمل خالی تھا۔ ہوسکتا ہے شانزہ سو رہی ہو یا اپنے کمرے میں ہو۔۔ وہ اس کے کمرے میں نہیں جاسکتا کیونکہ یہ نامناسب تھا۔ کچن میں سے پتیلیا گرنے کی آواز نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔ وہ دھیرے سے چلتا ہوا کچن میں آگیا۔ وہ کچن میں تھی اور اب گرا ہوا پتیلیا واش کر رہی تھی۔

"ہیلو بہن" اس نے خوشدلی سے بات کا آغاز کیا۔ وہ اس کی یوں آمد پر ہڑبڑا اٹھی۔

"جی" شانزہ نے سنبھل کر جواب دیا۔

"کیا کر رہی ہو؟" اس نے دونوں بھٹیوں آچکا کر پوچھا۔

"میں۔۔ وہ۔۔ چائے بنا رہی تھی۔۔۔ وہ کلثوم ابھی نہیں آئی تو خود ہی آگئی" آواز ترتیب نہیں پارہے تھے۔

"ہمم۔۔۔" کہتا ساتھ وہ چولے کے قریب آیا جہاں ابھی پتی ڈال دی گئی تھی۔

"تمہاری اکیلے کی ہے؟" چائے کا گھورتے ہوئے کنفرم کیا گیا۔

"جی زمان بھائی" حیرانی سے دونوں بھٹیوں آچکا کر جواب دیا۔

"تمہارے بہن بھائی بھی آرہے ہیں؟"

"نہیں زمان بھائی! میرا کوئی بہن بھائی نہیں میں اکلوتی ہوں" لہجے میں بلا معصومیت۔

"چائے تو تین چار لوگوں کی لگ رہی ہے لڑکی! آؤ خود دیکھو" وہ کچھ قدم پیچھے ہٹا۔ شانزہ نے پتیلی میں جھانکا۔

"مجھ سے ہر بار ایسا ہی ہوتا ہے! میں اندازاً ۲ کپ چڑھاتی ہوں مگر وہ تین چار کپ چڑھ جاتی ہے" وہ روہانسی ہوئی۔ زمان نے نفی میں سر ہلایا۔

"چچ اس میں تمہاری غلطی نہیں ہے شانزہ! اس میں چائے کی ہی غلطی ہے! اب بھلا بتاؤ جب تم چڑھاتی ہی دو کپ ہو وہ چار کپ کیوں ہو جاتی ہے!؟"

"ہے نا؟ دیکھا میری غلطی نہیں ہے! ماما کبھی مانتی ہی نہیں تھیں" اس نے زمان کے مسکرائے چہرے کی جانب دیکھا جو اب سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا

"تو لڑکی تم اندازاً پانی ڈالتی ہی کیوں ہو؟ کپ سے ناپ کر پتیلی میں ڈالا کرو" ماتھے پر بل ڈال کر وہ اسے ہدایات بھی دے رہا تھا ساتھ ساتھ۔

"یعنی میری غلطی ہوئی؟ میں تو صرف دو کپ۔۔۔"

"نہیں میری غلطی ہے۔ پہلے تم مجھے ایک بات بتاؤ! دو کپ چڑھاتی ہی کیوں ہو چائے جب اکیلے پینی ہوتی ہے" سینے پر ہاتھ باندھ کر اب وہ پوچھ رہا تھا۔

"وہ زمان بھائی پانی ابل کر کم ہو جاتا ہے! تو دو کپ چڑھاتی ہوں تو ایک کپ پانی ختم ہو جاتا ہے اور ایک کپ مجھے مل جاتی ہے" دائیں ہاتھ کے ناخن بائیں ہاتھ سے اکھیڑے جارہے تھے۔ لہجے میں ہچکچاہٹ واضح تھی۔

"او اچھا اچھا تم چائے نہیں پائے بناتی ہو؟"

"نہیں تو۔۔۔ پپ۔ پتا نہیں" وہ جھنجھلا اٹھی۔

"خیر چھوڑو میں دودھ ڈالتا ہوں! اور ہاں ایک کپ میرے لئے بھی نکال لینا چائے" فریج سے دودھ نکال کر پتیلی میں ڈالنے لگا۔ جب تک وہ دم ہوتی رہی زمان نے دو چائے کے کب اور چائے چھانے والی بھی سلیپ پر رکھ دی۔

"لگتا ہے دم ہو گئی ہے، چھان لو! اور ہاں چائے لے کر گارڈن میں آجانا" اسے تاکید کرتا ہوا وہ گارڈن کی طرف چلا گیا۔ اس نے سلیپ سے چائے چھان کر رُے میں رکھی۔ شکر کا پیالا اور چائے کا چمچہ رکھے وہ گارڈن میں آگئی۔ سلیپ سے اپنا موبائل اٹھانا نہیں بھولی۔ امان اس کی سم بدل چکا تھا۔ ایک نئی سم نکلوائی تھی اور اب وہی سم اس کے موبائل میں تھی۔ امان کے علاوہ کسی کا بھی نمبر سیو نہیں تھا۔ اس کی طرف سے سختی سے تاکید تھی کہ موبائل ہر دم پاس ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہ آفس ٹائم ہر بھی کال کیا کرتا تھا

زمان نے ہاتھ بڑھا کر چائے کی پیالی تھامی۔

"آؤ بیٹھ جاؤ" سامنے والی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ کرسی آگے کر کے بیٹھ گئی۔ زمان نے چائے لبوں سے لگالی۔ کیا ڈائقہ تھا چائے کا۔

"واہ چائے کیا ڈائقہ دار بنی ہے! بس اب اپنے بھائی سے کلنگ کلاس لیلو" شانزہ نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا۔

"جی؟؟؟ یہ چائے میں نے بنائی ہے زمان بھائی۔۔۔۔"

"لیکن دودھ تو میں نے ڈالا یہ بھابھی جان! چائے میں سب سے اہمیت دودھ رکھتا ہے! سوچو اگر میں دودھ صحیح سے نہ ڈالتا تو کیسے بد ڈائقہ بنتی چائے"

"جی نہیں! چائے میں پتی بھی اہمیت رکھتی ہے"

شانزہ کو وہ اچھا لگنے لگا تھا۔ خود اس کا اپنا بھائی نہیں تھا اس لئے اسے زمان کو "بھائی" کہنا بھا گیا تھا۔ گفتگو ایسے کر رہا تھا جیسے پرانے دوست ہوں۔

"مگر میں نے اس سب میں زیادہ کام کیا ہے" وہ فرضی کالر جھاڑتے ہوئے بولا۔

"کیسے؟" اس نے الجھی نگاہوں سے اسے دیکھ کر پوچھا۔

"میں نے دودھ ڈالا، پھر دو کپ بھی نکالے اور چائے چھانے والا بھی نکال کر سلیپ رکھا تاکہ تم چھان کر نکال سکو"



"میں نے بھی بہت کام کئے ہیں! میں نے پتیلی نکالی، اس میں پانی بھرا، پھر چولے پر چڑھایا، پھر ماچس بھی جلائی۔، پھر پتی بھی میں نے ہی ڈالی، چائے میں نے نکالی، اور شکر بھی میں نے ڈالا" شانزہ نے پوری کہانی سنائی۔ اور اس سب میں زمان اتنا تو جان گیا تھا کہ شانزہ واقعی اس کی بہن ہے۔ صرف رشتے سے نہیں بلکہ اس کی ایکٹنگ اتارنے میں بھی۔ وہ زبردستی مسکرایا۔ شاید بے عزتی سے۔

"ہاں شاید تم نے زیادہ کام کیا ہے" وہ سر کجھاتا ہوا آضرمان ہی گیا۔  
 "تھینک یو" وہ مسکرا کر بولی۔

"تو کیسی گزر رہی ہے زندگی؟" کچھ وقفے کے بعد وہ اس سوال کی جانب آیا جس کا جواب زمان اس کی آنکھوں میں اڑتے آنسو سے بھی پتا لگا سکتا تھا۔ وہ کچھ لمحوں میں ہی اپنی آنکھیں گیلی کر گئی۔ شانزہ کے تاثرات یکدم تبدیل ہوئے تھے۔ وہ جو تھوڑی دیر پہلے مسکرا رہی تھی اب اس کا چہرہ پیلا پڑ رہا تھا۔

"رونے سے کیا گھر چلی جاؤ گی؟" چائے کو ٹرے میں رکھتا ہوا پوچھا۔ وہ چپ رہی۔ وہ دونوں شیڈ کے نیچے بیٹھے تھے۔ پیلے رنگ کا پرنڈ جوڑا زیب تن کیا ہوا تھا جس پر لان کا پیلا ہی ڈوپٹہ تھا۔ وہ واقعی حسن کا کرشمہ۔۔ سادی سی خوبصورت لڑکی۔

"روئے بغیر دل کو چین نہیں ملتا" آنکھیں رگڑتے ہوئے جواب دیا گیا۔ زمان نے اس کی بات کو دل پر محسوس کیا۔

"کیا تم فاطمہ سے بات کرنا چاہو گی؟ اگر میں تمہاری بات کروادوں؟" شانزہ اس کی پیشکش پر اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"آپ۔۔ آپ میری۔۔ میری اسے بات۔۔؟" حیرت اور خوشی سے الفاظ ادا بھی نہیں ہو رہے تھے۔ زمان اس کی بچوں والے انداز پر کھل کر مسکرایا۔

"اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا میں اپنی بہن کے لئے! بس اسی بات کا دکھ بھی ہے" مسکراہٹ سمٹ گئی تھی۔ شانزہ نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا۔

"آپ دکھی نہ ہوں زمان بھائی۔۔ آپ میری واقعی میں بات کروائیں گے نا فاطمہ سے؟" وہ کرسی پر پھر سے بیٹھ گئی۔

"ہاں کرواؤں گا یار! فون پر" وہ اسے یقین دلاتا ہوا بولا۔

"سچی!!! مجھے یقین نہیں آ رہا ہے" وہ خوشی سے تالی بجاتی ہوئے بولی۔

"اس یقین نہ آنے کے چکر میں تم اپنی چائے ٹھنڈی کر رہی ہو لڑکی" وہ شرارت سے بولا۔

"اوہ ہاں۔۔۔" وہ چائے کی جانب متوجہ ہوا۔

"شانزہ ایک بات بتاؤ! اگر تمہیں یہاں سے جانے کا موقع مل جائے تو گھر جاؤ گی؟" جان بوجھ کر یہ سوال کیا تھا۔ وہ اس کے خیالات جاننا چاہتا تھا۔ وہ خاموش رہی۔ جیسے اس کا جواب اسے خود نہیں معلوم۔

"نہیں۔۔۔ مگر مجھے ماما سے تو ملنا ہے نا" زمان کو لگا اس کو سننے میں غلطی ہو گئی ہے۔

"نہیں؟؟؟ تم گھر نہیں جاؤ گی؟ تو کہاں جاؤ گی؟" لہجے میں حیرت واضح تھی۔۔۔

"میں کہیں اور چلی جاؤں گی! بہت دور! اتنی دور جاؤ گی کہ کسی کو خبر نہیں ہوگی! ایسی جگہ جہاں مجھے شک کی نگاہ سے نہ دیکھا جائے۔۔۔ مجھ پر یقین کیا جائے اور میرے ہر سچ پر یقین کیا جائے۔ میں ماما کو بھی ساتھ لے کر جانا چاہوں گی زمان بھائی! اگر ماما آنا چاہیں" وہ سر جھکا کر بتا رہی تھی۔ زمان نے گہری سانس لی۔

"معلوم کروایا تھا میں نے کہ تمہارے نکاح والے دن گھر میں کیا ہوا تھا"۔ وہ کہہ کر خاموش ہوا۔

"کوئی لپنوں پر اعتبار کرنا کیسے چھوڑ سکتا ہے۔ جبکہ وہ آپ کا خون ہو۔۔۔ وہ مجھے تو اسی وقت ہی بھول گئے تھے جب رمشا ہماری زندگیوں میں داخل ہوئی تھی یعنی جب تایا تائی کا وفات ہوئی تھی"۔ وہ اس معصوم لڑکی کو بہت پیار سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی باتیں دل موہ لینے والی تھیں۔

"اور عدیل؟" جان بوجھ عدیل کا ذکر نکالا۔

"جو بھی ہو زمان بھائی۔۔۔ حقیقت جتنی کڑوی ہو اس بات کو کوئی نہیں جھٹلا سکتا کہ میں اب امان کے نکاح میں ہوں! جو بھی ہو عدیل پہلے بھی میرے لئے نامحرم تھے۔ ہاں مگر ایک جذبات تھے اور اس بات کا یقین تھا کہ میری شادی انہیں سے ہوگی لیکن اب ظاہر ہے وہ بھی نہیں! جو بھی ہے نامحرم پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے۔۔۔ محبت ختم نہیں ہوتی تو باقی بھی نہیں رہتی۔ دل تو تب کچیاں بکھیرتا ہے جب آپ کا اپنا آپ پر اعتبار نہ کر کے منہ موڑ لیتا ہے۔۔۔ مجھے اس کی بہت زیادہ ضرورت تھی زمان بھائی! جب مجھے بابا مار رہے تھے۔۔۔" وہ رو رہی تھی۔ پہلے ہچکیوں سے پھر بلک بلک کر۔۔۔ زمان نے اسے روکا نہیں۔ دل کا غبار نکل جانا ہی اچھا ہوتا ہے۔

"بابا نے کہا کہ مجھ جیسی بیٹیوں کو مر ہی جانا چاہئے۔۔۔ انہوں نے کہا کاش تم پیدا ہوتے ہی مر گئی ہوتی۔۔۔ اعتبار بھی کوئی چیز ہوتی ہے زمان بھائی جو میرے بابا کو مجھ پر کبھی نہیں تھا اور وہ عدیل! جب میں نے ان کو ہوش دلانا چاہا۔۔۔ کہ۔۔۔ کیا شانزہ ایسی ہو سکتی ہے عدیل؟۔۔۔ تمہاری شانزہ۔۔۔" ہچکیاں اسکی بات کو پورا نہیں ہونے دے رہی تھی۔ وہ اس لڑکی کو بکھرتے دیکھ رہا تھا۔

"تو پتا ہے زمان بھائی اس نے۔۔۔ اس نے صرف مجھے دیکھا اور اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا جیسے میں گندی سڑی لاش ہوں۔ اس وقت یقین آیا مجھے کہ محبت میں اعتبار نہ ہو تو وہ محبت نہیں ہوتی۔ اس وقت یہ وہ لمحہ تھا کہ مجھے خود پر ہی شک ہو گیا کہ کہیں میں ہی تو بدکردار نہیں؟ چار، چھ لوگ آپ پر ایک ساتھ الزام لگا رہے ہیں یقیناً آپ میں ہی کوئی نقص ہوگا۔ میں نکل گئی وہاں سے۔۔۔ کبھی نہ واپس آنے کے لئے۔۔۔ میں اپنی ماں سے ملوں گی مگر اس گھر میں نہیں۔ کہیں باہر ہی مگر میرے قدم اس گھر میں دوبارہ نہیں اٹھیں گے۔۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔۔" وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

"کتنی بے وقوف ہو تم" وہ بے چاگی سے نفی میں سر ہلاتا ہوا بولا۔ شانزہ نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

Support@classicurdumaterial.com  
"کیوں؟"

https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/  
"گھر چھوڑ گئی؟ حیرت ہے بھئی! ہاں چھوڑ دیتی گھر مگر اپنی بے گناہی ثابت کر کے۔۔۔ میں ہمیشہ سے یہ کہتا ہوں کہ عورت کمزور نہیں ہوتی۔ بس اسے اپنی طاقت کا اندازہ نہیں ہوتا! اور جس دن اسے اپنی طاقت کا اندازہ ہو جائے تو وہ دنیا کو آگ لگا دے۔ منہ بند کیوں رکھا؟ جب اپنی عزت پر بات آجائے تو لبوں کو سی لینے سے مظلوم نہیں بن جاتے۔ اپنی پوری بات کرتی



اور گھر سے نکل جاتی۔۔۔ آدھی ادھوری بات کون کرتا ہے؟ اپنے حصے کا کہو اور گھر سے نکل جاؤ۔۔ اگر انہیں تم پر اعتبار ہوگا تو وہ پلٹیں گے ضرور۔۔۔"

"وہ میری بات سننے کو تیار نہ تھے۔۔ کیا کرتی میں؟"

"عدیل بھی نہیں تھا؟ رائٹ؟"

"جی" سر جھکا کر جواب دیا

"بس ایک کام کرتی"

"کیا؟"

"اس کے قریب جاتی اور ایک زوردار تھپڑ جڑ دیتی۔ سارے جرم یاد آجاتے اسے اپنے۔۔ آسان حل"

"اس سے کیا ہوتا۔۔ میں اب بھی کون سا خوش ہوں"

"تو تمہیں کس نے کہا زبان بند رکھنے کو شانزہ؟ ظلم کے خلاف آواز اٹھاؤ" وہ خاموش ہو گئی۔  
اسی دم موبائل پر کال آنے لگی۔ اس نے نام پڑھا تو بڑے بڑے لفظوں میں "امان" لکھا تھا۔  
اس نے سر اٹھا کر زبان کو دیکھا۔

"کس کی کال ہے؟"

"امان کی" اس نے جواب دے کر کال ریسو کی اور کان سے لگالیا۔

"ہیلو شانزہ"

"جی" اس نے مختصراً جواب دیا۔ زمان کو آواز نہیں آرہی تھی۔ اس نے چائے کا گہرا گھونٹ بھر کر ٹرے میں کپ رکھ دیا۔

"کیسی ہو؟" اس کے یوں پوچھنے پر شانزہ حیران قدرے ہوئی تھی۔ اسے گئے صرف دو، تین گھنٹے ہی ہوئے تھے۔

"جی ٹھیک ہوں"

"یاد آرہی ہے تمہاری۔۔۔" وہ بچوں جیسے لہجے میں بولا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی شانزہ کی پلکیں جھک گئیں۔

"اچھا ایک بات تو بتائیں مسز امان"

"جی"

"کیوں اتنی محبت ہے مجھے تم سے؟ کیوں پسند ہو اتنی زیادہ مجھے؟" یہ آج اس بندے کو ہو کیا گیا تھا؟ وہ حیرت سے موبائل کو تکلنے لگی۔ موبائل پھر کان سے لگالیا۔ وہ خاموش رہی۔

"میرا دل نہیں لگ رہا ہے آفس میں۔۔۔ شام کو باہر چلیں گے" صاف لگ رہا تھا کہ امان آج بہت موڈ میں تھا۔

"باہر؟"

"جی باہر۔۔۔ لانگ ڈرائیو پر۔۔۔ اور ہاں رات کا ڈنر بھی۔۔۔ ٹھیک ہے؟ اور ہاں ایک اور بات! تم آج ہرے رنگ والا سوٹ پہنا۔۔۔ گہرا ہرے رنگ والا۔ وہ جو میکسی خرید کے لایا تھا نا میں تمہارے لئے؟ وہی! بہت خوبصورت لگو گی تم ہمیشہ کی طرح" وہ خاموشی سے بس اسے سن رہی تھی۔ ایک نظر سامنے زمان پر ڈالی جو اپنے ناخن چباتا اسے دیکھ رہا تھا۔

"کچھ بولو بھی شریک حیات" امان نے اسے چونکایا۔

"جی۔۔۔ وہ۔۔۔ میں۔۔۔ وہ۔۔۔ میں کہہ رہی تھی کہ کب؟"

"شام میں! میں کچھ گھنٹوں میں آؤں گا۔ تم تیار ہو کر باہر آجانا۔ ٹھیک ہے؟"

"جی" کہہ کر ایک دو، باتیں کر کے کال رکھ دی۔

اس نے لب بھیچے۔

"وہ کہہ رہے ہیں کہ شام میں لانگ ڈرائیو پر چلیں گے۔۔۔ مگر مجھے نہیں جانا زمان بھائی۔۔۔" وہ روہانسی ہو گئی۔

"کیوں نہیں جانا بھئی! جاؤ شانزہ۔۔۔ کتنے دنوں سے گھر میں ہی بیٹھی ہو۔۔۔ کب آرہے ہیں بھائی؟"

"شام تک یہی کوئی پانچ بجے تک۔۔۔ مگر مجھے۔۔۔"

"آؤ چلو پھر تم تیار ہونے جاؤ ویسے بھی تم لڑکیاں بہت وقت لگاتی ہو۔۔۔ اٹھو" اس کی بات کاٹ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"مگر زمان بھائی۔۔۔ میں نہیں جانا چاہتی۔۔۔" آنسو بہنے لگے۔۔۔

"میری بات سنو شانزہ! تم ضرور جاؤ امان کے ساتھ۔ وہ تم سے محبت کرتا ہے! ہاں اس نے جو کیا بہت غلط کیا! اسے ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔ تم ہو کر آؤ رات تک پھر میں تمہاری فاطمہ سے کال پر بار بھی کرواؤں گا۔۔۔ شرط یہ ہے کہ تمہیں جانا ہوگا۔ ہاں اور ایک کام کرنا رات کو جب امان سو جائے تو گارڈن میں آجانا ہے مگر میرے لئے کافی بنا کر۔۔۔ کافی کو میری دوسری شرط پر رکھو۔۔۔ میں فاطمہ کو پہلے ہی اطلاع کر دوں گا کہ سوئے نہیں۔۔۔ ٹھیک ہے؟؟" وہ اسے فاطمہ سے بات کروانے والا تھا۔ اس سے بڑھ کر اور کون سی ہو سکتی تھی۔

"ٹھیک ہے بھائی! میں جارہی ہوں۔۔۔" وہ چمکتی ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ہاں جاؤ تیار ہونے جاؤ جلدی اب" اس کو مسکراتا دیکھ کر وہ بھی مسکرایا۔

وہ بھاگتی ہوئی جانے لگی۔ ابھی تھوڑا دور ہی گئی تھی کہ رک گئی اور پلٹ کر زمان کو دیکھا۔

"آپ بہت اچھے ہیں زمان بھائی" اس کے لبوں کے ساتھ اس کی آنکھیں بھی مسکرا رہی تھیں۔ وہ کہہ کر کی نہیں بلکہ بھاگ گئی۔ زمان کچھ سوچ کر مسکرایا۔

\*-----\*

"ہیلو نفیسہ چاچی۔۔۔ کیسی ہیں آپ؟" وہ ان کے گرد بانہیں ڈالتے ہوئے لاڈ سے بولی۔۔

"میں تو ٹھیک ہوں میری جان" انہوں نے مسکرا کر اس کا گال چوما۔

"ہائے یہ نیا نیا مارکیٹ میں آیا ہے پیار کرنے کا انداز یا میں آج زیادہ اچھی لگ رہی ہوں؟" وہ مسکرا کر بولی۔

"میں تمہیں ہمیشہ سے اتنا ہی پیار کرتی ہوں میرا بچہ"

وہ آٹا گوندھ کر روٹیاں بنا رہی تھیں۔

"ہاں مگر چومتی تو نہیں تھیں مجھے" وہ اب انہیں چھیڑنے لگی تھی۔

"ہاں اب تو چوم لیا نا" وہ ایک بار پھر اس کا گال چوم کر بولیں۔

"ایسا مت کریں مجھے آپ سے محبت ہو جائے گی" وہ شرما کر بولی تو وہ ہنس دیں۔

"کھانا کھاؤ گی؟"



"کھالیا چچی جان میں نے"

"پتا نہیں شانزہ کس حال میں ہوگی" اداسی پورے چہرے پر پھیل گئی۔ فاطمہ بھی ان کی گفتگو سن کر چپ ہو گئی۔

"یاد آرہی ہے نا آپ کو؟"

"ہر لمحے، ہر گھڑی آتی ہے یاد اس کی" آنسو بہنے لگے۔

"میرا وعدہ ہے چچی جان آپ سے۔۔۔ میں اسے آپ سے ضرور ملواؤں گی۔۔۔ میں اسے ڈھونڈ رہی

ہوں اور مجھے وہ جلد مل جائے گی۔۔۔ ان شاء اللہ۔۔۔ آپ بس دعا کرتی رہیں" وہ انہیں تھپکنے

لگی۔ <https://www.classicurdumaterial.com/>

"ہر وقت زبان صرف اس کا ورد کرتی ہے۔۔۔ اللہ اسے اپنے حفظ و امان میں رکھے" انہوں نے

انگلیوں کے پوروں سے آنسو صاف کئے <https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/>

"آمین" فاطمہ نے دل پر محسوس کرتے ہوئے کہا۔

\*-----\*

وہ لاؤنج میں اخبار پڑھ رہا تھا۔ گھڑی اب چار بج رہی تھی۔ ایک نگاہ گھڑی پر ڈال کر کلثوم کو

آواز دی۔

"جی زمان دادا" وہ ہاتھ پونچتے ہوئے آئی۔

"تم نے بھوکا مارنے کا ارادہ کر رکھا ہے کیا لڑکی؟" وہ مصنوعی غصے سے بولا۔

"نہیں تو۔ آپ نے بتایا ہی نہیں کیا کھانا ہے آپ نے"

"ہاں ہاں اب جاؤ لڑکی کھانا لے کر آؤ جلدی سے"

"کیا بناؤں آپ کے لئے؟"

"کچھ بھی بنادو میری ماں" وہ جھجھلا اٹھا۔

"انڈہ تل دوں آپ کے لئے؟" زمان نے ہاتھ اپنے منہ مارا۔

"لڑکی ناشتہ نہیں کرنا میں نے کھانا کھانا ہے۔۔ کچھ اور بنالو۔۔ اور اگر بہت مہربان ہو رہی ہو تو بریانی بنالو"

"نہیں نہیں میں سادے چاول کے ساتھ شوربہ بنادیتی ہوں" وہ کتراتے ہوئے بھاگ گئی۔

زمان اس کی اس حرکت پر مسکرایا۔ اس نے اپنی نگاہیں پھر سے اخبار پر مرکوز کر لیں۔ پندرہ منٹ بعد شانزہ نیچے اتری۔ گہرے ہرے رنگ کی میکسی پر ہرے رنگ کا ہی ڈوپٹہ تھا جسے اچھی طرح سر پر پھیلا دیا ہوا تھا۔

"زمان بھائی ہو گئی ہوں میں تیار! اب آپ اپنے وعدے پر پورا اتریئے گا"

زمان نے اسے دیکھا۔

"تمہارے چہرے سے پتا چل گیا کہ میرا بھائی تمہیں دیکھ کر چیخ اٹھے گا" نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی پلکیں جھکیں۔ وہ زمان سے اس بات کی توقع نہیں کر رہی تھی۔

"خوشی سے نہیں خوف سے لڑکی اتنا شرمانے کی ضرورت نہیں۔"

شانزہ نے حیرانی سے منہ کھولا۔

"کیوں؟"

"یہ میک اپ کیا ہے تم نے؟"

"مجھے میک اپ نہیں کرنا آتا" زمان نے اس کے جواب پر افسوس سے سر ہلایا۔

"یوٹیوب پر کوئی ٹیوٹیل ہی دیکھ لیتی۔۔۔ خیر جاؤ اور یہ لال کم کرو چہرے سے"

"یہ بلش ہے" اس نے اپنے گال چھوتے ہوئے بتایا۔

"جو بھی ہے اسے کم کرو اور وہ کیا ہوتا جو تم لڑکیاں آنکھوں میں تھوپتی ہو؟"

"آئی میک اپ؟"

"نہیں لڑکی وہ کالی کالی دُنڈیاں جو مارتے ہو آنکھوں میں؟"

"آئی لائینر؟"

"ہاں ہاں وہی وہی! سرمہ بھی لگالو آنکھوں میں تھوڑا سا اور جاؤ فرش کم کرو" وہ اسے تاکید کرتے ہوئے بولا۔

"زمان بھائی فرش نہیں بلش" وہ ماتھے ہر ہاتھ مار کر بولی

"ہاں ہاں وہی وہی۔۔۔ باقی ماشاء اللہ اچھی لگ رہی ہو"

"اف اللہ اب میں نہیں جارہی کہیں" وہ دھپ سے سامنے والے صوفے پر بیٹھی۔

"جاؤ شانزہ فرش صاف کرو اپنے چہرے سے ورنہ جو ویٹر آرڈر لینے آئے گا وہ بھی خوفزدہ ہو جائے گا" شانزہ زور سے ہنسی۔

"پھر تو مجھے ایسے ہی جانا چاہئے" زمان نے اسے گھورا۔ اسی وقت امان کی گاڑی کا ہارن بجا۔ سکون سے بیٹھی شانزہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"جاؤ جاؤ اب ایسے ہی جاؤ" وہ طنز کرتا ہوا اخبار نگاہوں کے سامنے پھیلا کر بیٹھ گیا۔

"نہیں زمان بھائی۔۔۔ وہ۔۔۔ میں جلدی سے ہو کر آئی" وہ کمرے کی جانب بھاگی۔۔۔ زمان اٹھ کر باہر آگیا۔

"سلیم امان سے کہو بی بی آرہی ہیں"

سلمیٰ اثبات میں سر ہلاتا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

زمان کو شرارت سوچی۔ وہ پلٹ کر سیڑھیوں کی طرف آیا اور اوپر کی سمت منہ کر کے آوازیں لگانے لگا۔

"ہاں ہاں امان! آجاؤ آجاؤ۔۔۔ لگتا ہے غصہ میں ہو بہت! تمہاری بیوی؟ ہاں وہ ابھی ابھی تیار ہونے لگی ہے" اس کی آواز شانزہ اپنے بیڈروم میں آسان سے سن سکتی تھی۔ وہ سہم کر جلدی جلدی میک اپ کر کے نیچے کی جانب بھاگی۔۔۔

"ایسا نہیں ہے! میں تیار ہوں" وہ تیز تیز آواز میں بولتی ہوئی سیڑھیوں کی جانب دیکھتی ہوئی تیزی سے اتر رہی تھی۔

"ہاں جی بہن جی! جاؤ تمہارا شوہر باہر انتظار کر رہا ہے۔۔۔ اور ہاں اب تم اچھی بھی لگ رہی ہو" وہ اسے چھیڑتے ہوئے بولا۔

"آپ نے میرے بارے میں جھوٹ کہا۔۔۔ وہ کہاں ہیں؟" وہ بخنویں سکڑ کر بولی۔

"نہیں میں تمہاری بات تو نہیں کر رہا تھا" وہ انجان بن گیا۔

"آپ نے کہا امان تمہاری بیوی ابھی تیار ہونے لگی ہے" وہ دونوں ہاتھ کمر پر باندھے پوچھ اس کی خبر لے رہی تھی۔



"اوہ تو تم بیوی ہو! لیکن میں امان کی دوسری بیوی کی بات کر رہا تھا۔۔۔ چلو آپ کے منہ سے سنتے ہوئے اچھا لگا کہ آپ امان کی بیوی ہیں"

اسے بے جا شرم آئی۔

"میں جاؤں؟" وہ باہر کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"اس کے اندر آنے کا انتظار کر رہی ہو تو کر سکتی ہو" وہ بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ خطرے کی خبر بھی دے چکا تھا۔

"ڈرائیو تو مت" وہ سہم کر باہر کی طرف ہوئی۔

وہ پیچھے کھڑا ہنسنے دیا۔

Support@classicurdu material.com

سر پر ڈوپٹا لگائے وہ دروازے سے باہر نکلی تھی۔ اسے اپنی جانب آتا دیکھ کر وہ گاڑی سے اتر کر دوسری جانب آیا۔ ہاتھ بڑھا کر اس کے لئے دروازہ کھولا۔ آوارہ لٹیں اس کے چہرے کے چکر لگا رہی تھیں۔ سر جھکاتے ہوئے اس کے قریب آئی۔ امان کو وہ سیدھا اپنے دل میں اترتی محسوس ہو رہی تھی۔ اپنی پلین میکسی اٹھائے گاڑی میں بیٹھی۔ امان کو دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔ امان گھومتا ہوا ڈرائیونگ سیٹ پر آبیٹھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے اس

لئے سر جھکائے وہ اپنے ناخنوں کو تک رہی تھی اور امان اس کو۔ سر اسٹیپنگ پر ٹکائے اب وہ اسے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ گھنی پلکوں پر مسکارا لگا ہوا تھا، گہرا کاجل اس کی آنکھوں کو اور زیادہ خوبصورت بنا رہا تھا۔ ترشے ہوئے ہونٹوں پر ہلکی لال لب اسٹک! وہ واقعی امان کے ساتھ بچتی تھی۔ امان نے خود کو بیک مرر میں دیکھا اور تیزی سے بالوں پر ہاتھ پھیر کر بال سنوارنے لگا۔ اتنا اتاولا ہو کر بھاگا بھاگا آیا تھا صرف اس کے لئے۔ کالے رنگ کا کوٹ اور ہاتھ میں واچ پہنا ہوا تھا۔ ہاتھ بڑھا کر نرمی سے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور جھک کر لبوں سے لگالیا۔ لمس پا کر شانزہ کو کرنٹ سا لگا۔ ہاتھ بے اختیار کانپ اٹھا۔

"بہت خوبصورت" دل کی بات لبوں پر آگئی۔ وہ شانزہ امان تھی۔۔۔ اسے خوبصورت ہونا ہی تھا۔ گاڑی اسٹارٹ کی اور بائیں ہاتھ سے اس کا ہاتھ تھام کر گئیر چیلنج کیا۔ اس کا ہاتھ مستقل اسی کے ہاتھ میں تھا۔ وہ سارا راستہ اس سے باتیں کرتا طرح۔۔۔ آفس میں گزرے دن کا حال سنایا اور وہ سارے رستے خاموش رہی۔ شانزہ نے ذرا سامی نگاہیں موڑ کر اسے دیکھا۔ کالا کوٹ اور نلکھرہ نلکھرہ چہرہ اسے بے حد بینڈسم بنا رہا تھا۔ گھنے بال جو اس سے بات کرتے ہوئے اپنی جگہ سے ہل رہے تھے۔ ہلکی ہلکی مونچھیں اس کے چہرے کو اور خوبصورت بنا رہی تھی۔ کھڑی ناک اس کے چہرے کی خوبصورتی تھی اور جب بھی وہ بخنویں اچکاتا تھا گویا قیامت لگتا تھا اور اس پر مسکراہٹ!

"پہلے کچھ کھا لیتے ہیں! میں نے صبح سے ہی کچھ نہیں کھایا" اس نے مہنگے ریسٹورینٹ کے سامنے گاڑی روکتے ہوئے کہا۔ وہ تو کوئی بے جان مجسمہ بنی بیٹھی تھی۔۔ وہ گاڑی سے اترتا تو وہ بھی ساتھ اتر گئی۔

"میں ہر پانچ منٹ بعد خود کو یہ کہنے سے روک نہیں پا رہا کہ میری شانزہ بے حد خوبصورت لگ رہی ہے" مسکراہٹ بکھیرتے اسے شرارت سے دیکھنے لگا۔ اس کے یوں دیکھنے پر شانزہ بے اختیار جھینپی تھی۔ وہ اسے یوں تک رہا تھا جیسے کتنے سالوں سے اسے دیکھا نہ ہو۔ وہ اس کا شوہر تھا۔۔۔ وہ شانزہ ناصر نہیں تھی اب! شانزہ امان تھی۔ وہ اسے اچھا لگا تھا مگر وہ ظلم بھولی نہیں تھی اور نہ بھول سکتی تھی۔ وہ کہانیوں کے ان کرداروں جیسی بالکل نہیں تھی جو محبت کر کے خود پر ہوا ہر ظلم بھلا دیتے ہیں! وہ اسے تڑپانے والی تھی! بہت جلد! شوہر تھا تو کیا ہوا! بیوی بن کر تڑپائے گی۔۔۔!

"کیا آرڈر کروں تمہارے لئے؟" مسکراتا ہوا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا مگر وہ سوچوں میں غرق تھی۔ "مسز ادھر بھی دیکھ لیں! آپ کا ہی شوہر بیٹھا ہے سامنے" اس کے یوں شوخ ہونے پر وہ چونکی۔

"جی۔۔ وہ۔ میں۔۔۔ نہیں بس وہ۔۔۔" الفاظ ترتیب سے ادا نہیں ہوئے۔

"ہاں ہاں زوجہ۔۔۔ اب جلدی سے آرڈر بتائیں کیا کروں آپ کے لئے۔۔ ساڑھے سات ہونے والے ہیں!"

"آپ کر لیں اپنے لئے آرڈر! مجھے بھوک نہیں" وہ ارد گرد نظریں دوڑاتی ہوئی بولی۔ وہ ٹھٹھک گیا۔ بھلا ایسا بھی کوئی کہتا ہے۔ اس کی آنکھوں کی پتلیاں ساکت ہو گئیں۔

"میں تمہارے لئے جلدی آیا تاکہ ساتھ ڈنر کریں" چہرے پر دکھ واضح تھا۔

"جی مجھے بھوک نہیں لیکن" گود میں رکھے ہاتھوں ہر نگاہیں مرکوز تھیں۔ اس کا دل نہیں تھا آنے کا! امان کے اندر چھناکے سے کچھ ٹوٹا۔ کیا وہ اس کا دل رکھنے کے لئے بھی نہیں کر سکتی تھی؟ اوہ ہاں وہ بھول گیا تھا۔ یہ رشتہ تو زبردستی باندھا گیا تھا۔ اتنے سالوں بعد وہ پھر سے ہرٹ ہوا تھا۔ چوٹ اس بار زیادہ گہری تھی۔ رنج و دکھ کی کیفیت میں کچھ لمحے یونہی اسے تکتا رہا۔ جیسے یہ سب ایکسیپٹ کر رہا ہو۔۔ یہاں اس کی نہیں چل سکتی تھی۔ اس موقع پر وہ زبردستی کرنے کا خود بھی قائل نہیں تھا۔ اب دل اچاٹ ہو گیا تھا۔ شانزہ اگر اب خود بھی کہتی تو بھی اس کا دل نہیں چاہتا۔ وہ صرف اس کے لئے آیا تھا۔ صرف اس کے لئے! امان نے لب بھینچے اور اٹھ کھڑا ہوا۔ شانزہ نے آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"چلو" قریب آکر اس کا ہاتھ نرمی سے اپنے ہاتھوں لیا اور باہر نکل گیا۔ وہ اس کے یوں اٹھ جانے پر حیران تھی اور اب سم بھی گئی تھی۔ اس کے چھوڑے ہوئے قدموں پر قدم رکھ رہی

تھی۔ امان کا دایاں ہاتھ شانزہ کا ہاتھ تھاما ہوا تھا اور بایاں ہاتھ کوٹ کی جیب میں تھا۔ وہ دونوں پارکنگ ایریا میں داخل ہو چکے تھے۔ اکادکا لوگوں کے سوا یہ حصہ خالی تھا۔ تیز ہوا کی وجہ سے اس کا ڈوپٹہ سر سے کھسک گیا تھا اور زلفیں لہرا رہی تھیں۔ وہ دوسرے ہاتھ سے ڈوپٹہ سر پر ڈالنے کی کوششوں میں لگی تھی۔ دن ڈھل رہا تھا۔۔۔ آس پاس اندھیرہ پھیل چکا تھا۔ شانزہ کو محسوس ہوا کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔ وہاں موجود ایک شخص اپنی گاڑی سے ٹیک لگائے اسے سرتاپہ دیکھ رہا تھا۔ اس شخص کی اس حرکت سے امان لاعلم تھا۔ شانزہ نے سم کر غیر ارادی طور پر امان کے ہاتھ پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔ امان نے گاڑی کے قریب جا کر اس کا ہاتھ چھوڑا۔ اس کے لئے گاڑی کا دروازہ کھولا تو وہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔ امان نے دروازہ لاک کیا اور دوسری طرف سے دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پورا راستہ سکوت کا عالم رہا۔ نہ وہ بولی اور نہ امان نے کچھ کہا۔ شانزہ کو لگا اس سے کچھ بہت غلط ہو گیا ہے۔ وہ سنجیگی اور سپاٹ لہجے لئے ڈرائیو کر رہا تھا۔ اسے امان سے اب خوف محسوس ہو رہا تھا۔ اس کے تیور نارمل نہیں تھے۔ اس سب میں بھی وہ اس کی عزت کرنا نہیں بھولا تھا۔ وہ شوہر تھا۔ اپنی عزت کی عزت کرنا جانتا تھا۔ گھر آنے پر اس نے ہارن دیا۔ چوکیدار نے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ شاہ منزل میں گاڑی داخل کر کے گاڑی پارک کی۔ وہ گاڑی سے اتری نہیں۔ وہ جانتی تھی وہ ہی اس کے لئے دروازہ کھولے گا۔ امان گاڑی سے اتر کر اس کی طرف آیا۔ دروازہ کھول کر اس کے اترنے کا انتظار کرنے لگا۔ اس نے اپنا ڈوپٹہ سنبھالا اور سہارا لے کر اتری۔



امان نے دروازہ بند کر کے اس کا ہاتھ تھاما اور جلدی سے اسے لے کر اندر بڑھا۔ شانزہ کے دل میں خوف پیدا ہوا۔ کیا وہ کمرے لے جا کر اس پر غصہ کریگا؟ چیخے گا؟ دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ اس کے پیچھے کھینچتی ہوئی جا رہی تھی۔ ٹیرس پر کھڑے زمان نے امان کے تاثرات بھی دیکھے تھے اور شانزہ کا چہرہ۔ یقیناً یہ دن دونوں کا اچھا نہیں گزرا تھا وہ بھاگتے ہوئے نیچے کی جانب بڑھا۔ کہیں امان شانزہ سے برا رویہ اختیار نہ کرے۔ وہ سیرھیاں اتر کر لاؤنج میں داخل ہوا۔ سامنے سے امان بھی شانزہ کو تھامے داخل ہوا تھا۔ وہ زمان کی موجودگی سے لاعلم تھا۔ شانزہ کا ہاتھ لاؤنج میں داخل ہوتے ہی چھوڑ دیا تھا اور خود تیزی سے سیرھیاں کی جانب بڑھا۔ زمان پر ایک نظر ڈال کر وہ اوپر چلا گیا۔ شانزہ اور زمان دونوں ہی حیران کھڑے تھے۔ وہ شانزہ کو کمرے میں لے کر نہیں گیا تھا ورنہ امان اسے اپنی موجودگی میں کمرے سے بھی باہر نہیں نکلنے دیتا تھا۔ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتا تھا۔ رات کے وقت گارڈز اکادکا ہوا کرتے تھے ایسے میں شانزہ چاہے تو گھر سے جاسکتی تھی۔۔۔ یہی وجہ تھی جو وہ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے ہی رکھا کرتا تھا اور آج نہ تو وہ اسے غصہ سے کمرے میں لے کر گیا۔ شانزہ کو پانچ منٹ پہلے تک اپنی جان بچانا مشکل لگ رہا تھا اب وہ خود لاؤنج میں ششدر کھڑی تھی۔ زمان نے سیرھیاں کی طرف امان کو چڑھتے دیکھا جو اب کمرے میں جا چکا تھا۔ شانزہ کی پلکیں کانپیں اور وہ نظریں جھکا گئی۔ زمان نے اس کے تاثرات بھی بخوبی دیکھے تھے

"کچھ بہت برا ہوا ہے یقیناً" زمان نے اسے گھورا۔ وہ جھکی ہوئی نظریں اور جھکا گئی۔

"کیا ہوا ہے؟؟" وہ کسی قسم کی رعیت نہیں کرنے والا تھا۔

"زمان بھائی وہ۔۔۔"

"کافی بنا کر گارڈن میں آؤ تم" زمان نے اس کی بات کاٹ کر اپنا حکم جاری کیا اور ایک لمبی گھوری دے کر باہر نکل گیا۔ وہ لبوں کو چباتی کچن کی طرف بڑھ گئی۔

\*-----\*

کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے دروازہ بند کیا لیکن شانزہ کے لئے لاک نہیں لگایا۔ پورا کمرہ اندھیرے میں ڈوبا تھا۔ دل کی تکلیف جان لے رہی تھی۔ رنج کی کیفیت سے کوٹ اتار کر پھینکا اور واچ نکال کر بیڈ پر اچھالی۔ ٹائی ڈھیلی کر وہ بیڈ پر گرنے کے انداز میں اوندھا لیٹ گیا۔ ہر چیز سے دل اوچاٹ ہو رہا تھا۔ اس نے سختی سے آنکھیں موند لیں۔ تکیہ اٹھا کر اس کے نیچے سر رکھ لیا۔ کتنے ارمان لئے وہ سب کاموں کو پرے رکھ کر گھر آیا تھا۔ اچانک اسے کچھ یاد آیا تو اپنی جیب تلاشنے لگا۔ اس نے لال ڈبی جیب سے نکالی۔ لیٹے لیٹے ہی ہاتھ بڑھا کر لمپ چلایا اور اسے غور سے دیکھنے لگا۔ لمپ کی پیلی لائٹ کے سامنے اس نے ڈبی کھول کر اندر موجود چمکتی رنگ دیکھی۔ یہ انگوٹھی وہ اس کے لئے ہی لایا تھا۔ انگوٹھی میں چمکتا ہیرے کانگ لگا تھا۔ مگر اب دل اتنا اوچاٹ ہو گیا تھا کہ اسے دیکھنے کا بھی دل نہیں کر رہا تھا! اس لئے اس

نے انگوٹھی واپس ڈبی میں رکھ دراز میں ڈال دی، لیمپ بند کیا اور کروٹ لیلیا۔ وہ آج کے دن کو پھر سے سوچنا چاہتا تھا۔

\*-----\*

"یہ لیں" احترام سے کافی گارڈن میں رکھی ٹیبل پر رکھی۔ چھوٹی ٹرے میں دو کافی کے کپ سجے تھے

"بیٹھو" سنجیدگی سے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ سامنے رکھی کرسی پر ٹک گئی۔

بالوں میں ہلکا سا کیچر لگا تھا۔ زلفیں چہرے پر آرہی تھیں۔ اس نے بالوں کو رول کر کے جوڑا بنالیا۔  
<https://www.classicurdumaterial.com>

"اب بتائیں کیا ہوا تھا؟" اس نے کافی اٹھا کر لبوں سے لگاتے ہوئے پوچھا۔

"زمان بھائی وہ --- ایسا ہے کہ شاید میری ہی غلطی تھی" وہ پل بھر میں نگاہیں جھکا گئی۔

"اچھا۔۔۔ تو بتاؤ ہوا کیا تھا" کافی ٹیبل پر رکھ کر سینے پر ہاتھ باندھے۔

"وہ انہوں نے مجھ سے پوچھا تھا کہ میں کیا آرڈر کرنا چاہوں گی! مگر میں نے --- میں نے کہا

کہ مجھے بھوک نہیں لگی اور اگر وہ اپنے لئے آرڈر کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔۔۔"

"پھر؟"

"انہوں نے کہا میں تمہارے لئے آیا تھا تاکہ ساتھ ڈنر کر سکیں۔ میری ہی غلطی تھی! ان کا چہرہ مرجھا گیا تھا۔ وہ دلبرداشتہ ہو گئے تھے۔"

"وہ تم سے محبت کرتا ہے شانزہ! اگر میں اپنی بات نہ کروں تو اس شخص کو کبھی محبت نصیب ہی نہیں ہوئی۔ ہم نے اپنی ماں سے محبت کی مگر وہ مر گئی۔ ہم نے اپنے باپ سے محبت کی تو باپ نے خودکشی کر لی۔۔۔ کیا یہ سب نارمل ہے؟ دو جانیں گنوا بیٹھے ہم! اسے محبت پر سے ہی یقین اٹھ چکا تھا۔ لیکن اسے جب سے تم سے محبت ہوئی گویا رنگ ڈھنگ ہی بدل گئے! وہ ہنسنے لگا تھا! میں نے اسے بدلتے دیکھا ہے شانزہ!" وہ دکھ سے بولا۔

"آپ کے ماما بابا کیا؟؟؟" اس کی گفتگو سن کر ہی ششدر ہو گئی تھی اور وہ خاموش۔

"ہم چودہ سال کے تھے جب ہماری ماں دم توڑ گئی اور اس کے آٹھ دن بعد بابا نے ان کے غم میں آکر خودکشی کر لی۔ اس وقت سے ہم دونوں ہی تنہا ہیں شانزہ" شانزہ کا ہاتھ بے اختیار دل پر گیا۔۔

"مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا ہے زمان بھائی!"

"کیا تم چاہتی ہو یہ داستان میں دہراؤں؟" وہ تکلیف سے آنکھیں میچتا ہوا بولا۔

"میں جاننا چاہتی ہوں" وہ اثبات میں سر ہلاتی ہوئی بولی۔ زمان نے بے دلی سے سر جھٹکا۔

"مجھ سے ماضی نہیں دہرایا جاتا بار بار شانزہ! لیکن میں تمہیں سب بتاؤں گا! امان کو جاننے کے لئے تمہارہ یہ جاننا بھی بہت ضروری ہے!" وہ اس کے سامنے پر بات رکھتا رہا۔ ہر اذیت اپنی زبان سے سنائی۔ جاننا اور سنانا الگ الگ کیفیت ہوتی ہیں۔ سنانے کے لئے ظرف بھی چاہئے ہوتا۔ آواز بھیگ جاتی ہے اور گال تر ہو جاتے ہیں۔ پھر دل میں ٹھیس بھی اٹھتی ہیں۔ اس نے سب اس کے گوش گزار کر دیا۔ شانزہ کا دل ہول اٹھ رہا تھا۔ اس نے نظریں پھیر کر شاہ منزل کو دیکھا تھا۔ صبح کے وقت جتنی خوبصورت لگتی تھی رات کے وقت اتنی خوفناک لگ رہی تھی! شانزہ کے دل پر ایک بوجھ سا پڑا۔ اس نے واقعی آج اچھا نہیں کیا تھا امان کے ساتھ!

"بابا چلے گئے مگر ان کے خون کے پھینٹے اپنے نشان چھوڑ گئے۔ ماما بھی چلی گئی! سب ہمیں چھوڑ گئے شانزہ! اب ہمارے پاس ہمیشہ کی طرح ہمارا خدا ہے!"

"زمان بھائی" وہ ذرا رک بولی۔

"جی"

"اس ساری داستان میں آپ کے مطابق قصور کس کا تھا؟ اپنا خیال ظاہر کریں" شانزہ نے آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کیا۔

"شاید دادی کا! مسز سمیع" وہ کچھ سوچ کر بولا۔



"نہیں زمان بھائی! آپ نے جو کچھ مجھے سنایا ہے اس کے مطابق سب کی غلطی برابر تھی! تالی ایک ہاتھ سے نہیں پختی! ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ کے دادا کی کوئی غلطی نہ ہو! ایک عورت کو گھر میں بیٹھے بیٹھے کیسے اپنے خوش حال گھر، شوہر اور بچوں کو چھوڑنے خیال آسکتا ہے؟ کچھ ہوا ہوگا! ایسا کچھ جسکا علم منہاج بابا کو بھی نہیں معلوم ہوگا۔ انہوں نے ڈائری دس سال کی عمر میں گھر کی پریشانیوں اور ذہنی اذیتوں شروع ہونے کے بعد لکھنا شروع کی تھی! ایسا نہیں ہے! وہ کسی وجہ کے تحت گئی ہونگی! مگر اس سب کے بچ وہ دس سال کا بچہ آگیا! وہ ذہنی اذیتوں اور تکلیفوں کا شکار ہو گیا! وہ خود بھی ذہنی بیمار ہو گیا! ماں باپ کی زندگی کا ایک غلط فیصلہ نسلیں بھی خراب کر سکتا ہے! منہاج بابا پر اپنے ماں باپ کے فیصلے اتنے بھاری پڑ گئے کہ وہ سہہ نہیں پائے! اور پتا ہے کیا زمان بھائی؟ انہوں نے سمیع صاحب سے طلاق لے کر اپنی الگ دنیا تعمیر کی! یہ وہ جملہ ہے جو مجھے آپ کی بتائی ہوئی کہانی سے پتا چلا۔ لیکن ہمیں اس میں بھی ایک طرفہ کہانی پتا ہے! بغیر کسی وجہ کہ عورت گھر نہیں چھوڑ سکتی! اس صورت میں تو بالکل بھی نہیں جب لو میرج ہوئی ہو! ہو سکتا تھا کوئی وجہ ہو جس سے ان کا دل دکھا ہو! جس کا علم منہاج بابا کو نہ ہو!" اس کی بات ہر زمان واقعی سوچ میں پڑ گیا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو!" وہ اعتراف کرتا ہوا بولا۔

"مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی زمان بھائی! مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا" وہ شرمندہ تھی۔

"شانزہ! امان کی حالت ٹھیک نہیں ہے! وہ پیار کی زبان سمجھتا ہے! تم جتنا شور مچا لو یا اس پر چلا کر اسے بتاؤ کہ اس نے جو کیا غلط کیا تو وہ کبھی نہیں مانے گا! لیکن یہی کام محبت سے اپنی طرف ڈھالنے کے بعد کہو گی تو وہ شاید مان لے! وہ راتوں کو اٹھ کر تکلیفوں کا شکار ہوتا ہے! اسے خواب بہت تنگ کرتے ہیں۔ اسے بے جان چیزوں میں بابا کا عکس دکھتا ہے اور وہ ڈر جاتا ہے! بابا ایسے تو نہیں تھے جیسے اسے نظر آتے ہیں! مثال کے طور پر اگر میں تمہیں اچھا سمجھوں گا تو تم میری سوچوں میں اچھی آؤ گی! اور تمہیں غلط سمجھوں گا تو میری خیالوں میں بھی غلط ہی آؤ گی! میں اسے بہت جلد ڈائری دینے والا ہوں! تاکہ وہ پڑھے!"

"آپ چاہتے ہیں میں ان سے محبت بھرے لہجے میں بات کروں؟ ہمدردی کروں؟ محبت کروں؟ اور اپنے اوپر کیا ہوا ان کا ہر ظلم بھول جاؤں؟ اپنے اوپر کیا د-----" زمان نے جلدی سے اس کی بات کاٹی۔

"کس نے کہا بھول جاؤ؟ آواز اٹھاؤ! ضرور اٹھاؤ! مگر ابھی اٹھانے کا فائدہ نہیں! اسے پیار کی مار مارو شانزہ! اس کو تنگ کرو کہ تمہیں گھمانے لے کر جائے! اسے محسوس کرواؤ کہ تم محبت کرنے لگی ہو! اسے ٹھیک تم ہی کر سکتی ہو! میں اس کا غصہ صرف قابو کر سکتا ہو مگر ٹھیک تم کر سکتی ہو! اور جب اسے یقین ہو جائے تو وہ تم سے ہر بات شیئر کرنے لگے گا۔ اس

سب کے درمیان مین اسے ڈائری پڑھنے کا بھی کہوں گا اور وہ ضرور پڑھے گا! وہ جلد ٹھیک ہو جائے گا! اس کے بعد اس کا گرمیابان پکڑ لینا! الفاظوں سے آگ لگا دینا۔ تب وہ واقعی بے بس ہو جائے گا اور کچھ نہیں کر پائے گا! وہ تمہارے آگے کمزور ہو جائے گا اور اگر جانا چاہو تو۔۔۔۔۔" آگے کے الفاظ زمان کے لیے ادا کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

"چلے جانا" بلا آخر کہہ ہی دیا۔

شانزہ نے اس کی بات غور سے سنی تھی۔

"کیا یہ سب کام کرے گا؟"

"ہاں! اس سے وہ ٹھیک بھی ہو جائے گا! مجھے اس کے لئے دکھ ہے لیکن میں ایک لڑکی پر ظلم ہوتا بھی نہیں دیکھ سکتا! وہ ٹھیک ہو جائے گا مگر تمہارے جانے کے بعد ٹوٹ بھی جائے گا! تم جانا چاہو تو جاسکتی ہو! یہ زندگی تمہاری ہے!"

شانزہ کو امان کے لئے تھوڑا اچھا بھی لگا کہ وہ ٹھیک ہو جائیں گے!

"میں جارہی ہوں پھر! انہیں تنگ کرنے" وہ مسکرا کر کہتی ہوئی کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"ابھی؟ اس وقت؟" وہ قدرے حیران ہوا۔ زمان نے وقت دیکھا رات کے تین بج رہے تھے۔

"جی زمان بھائی" زمان کے لبوں ہر مسکراہٹ رینگی اور انگرائی لیتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

\*-----\*

اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی لائٹس جلائیں۔ وہ اوندھا منہ تکیہ منہ پر رکھے گہری نیند میں تھا۔ شانزہ نے ہلکا سا تکیہ اوپر کیا۔ سوتے ہوئے وہ کسی معصوم بچے کی مانند لگ رہا تھا۔ شانزہ کو اپنی غلطی کا پھر احساس ہوا۔ اس نے اپنے لب کچلے۔

ذرا ڈر بھی لگ رہا تھا لیکن اسے یقین تھا کہ وہ اسے کچھ نہیں کہہ سکتا! "امان" اس نے امان کے بازو سے ہلایا مگر وہ گہری نیند میں تھا۔ شانزہ نے ہمت نہیں چھوڑی اور اسے اٹھانے لگی۔ تھوڑی دیر بعد امان نے کسمسا کر آنکھ کھولی۔ آنکھ کے کھلتے ہی اسے شانزہ کا چہرہ نظر آیا تو وہ چونک اٹھا۔

"تم؟" لہجے میں صاف بے یقینی تھی۔

"جی میں" وہ اس کے قریب بستر پر بیٹھ گئی۔ وہ اب تک شاک تھا۔

"مجھے جانا ہے گھومنے" امان کو لگا اسے سننے میں غلطی ہو گئی ہے۔

"کیا کہا؟"

"مجھے جانا ہے گھومنے!" وہ ضدی لہجے میں بولی۔ امان متحیر ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔

"نت۔ تم ٹھیک ہو؟" اس کا ماتھا چیک کیا جسے شانزہ نے جھٹک دیا۔

"مجھے جانا ہے باہر! لانگ ڈرائیو پر! مجھے لے کر چلیں! سمندر دیکھنے چلتے ہیں اٹھیں" شانزہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھانا چاہا۔

"شانزہ وقت دیکھو بہت رات ہو رہی ہے" وہ اب بھی بے یقین تھا۔

"مجھے نہیں پتا! آپ کو مجھے لے کر جانا ہی پڑے گا!"

"میں تمہیں لے کر گیا تھا لیکن۔۔۔۔" اس نے رنج و دکھ کی کیفیت سے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"ہاں لیکن مجھے ابھی جانا ہے امان! اگر آپ لے کر نہیں گئے تو میں ناراض ہو جاؤں گی!" اس

نے امان کا ہاتھ ہر نرمی سے اپنا ہاتھ رکھا۔ امان کو لگا وہ یہ سب خواب دیکھ رہا ہے۔ اس نے

آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا۔ یہ سب حقیقت میں ممکن نہیں تھا پھر کیسے؟ ایک رات اسے کیسے

تبدیل کر گئی؟

"مجھے نہیں لے کر جائیں گے؟" آنکھوں میں چمکتے دو جگنو کے ساتھ کہتی وہ امان کا دل

لوٹ گئی۔

"جاؤ دو شالیں نکالو وارڈروب سے اور گاڑی کی چابی لادو مجھے" وہ خوشی سے چیخ پڑی اور وہ اسے

دیکھ کر مسکراتا رہا۔

\*-----\*



"یہاں بہت ٹھنڈے نا امان؟" وہ سردی سے ٹھٹھرتی ہوئی بول رہی تھی۔

"شال صحیح سے اوڑھو تاکہ ٹھنڈ نہ لگے" وہ اس کی شال اس کے گرد پھیلاتا ہوا بولا۔

"ٹھیک ہی تو لیکن یہاں تو بہت سردی ہے! لگتا ہے شال سے کام نہیں چلنے والا" وہ نفی میں سرہلاتی بولی۔ امان نے اسے یوں ٹھٹھرتے دیکھا تو اس سے رہا نہ گیا اور اپنی شال اتار کر اس کے گرد پھیلا دی۔

"کیا کر رہے ہیں امان یہ آپ کی شال کے! آپ کو ٹھنڈ لگ جائے گی!" وہ شال اتارنے لگی مگر امان نے سختی سے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔

"کیا کر رہے ہیں یہ" وہ اس کی آنکھوں میں جاگتی اس کی کیفیت سمجھنے لگی۔

"تمہیں سردی لگ جائے گی شانزہ! میری فکر مت کرو!"

"میرا ہاتھ چھوڑیں مجھے شال اتارنے دیں آپ بیمار ہو جائیں گے امان" وہ اپنے ہاتھ چھڑانے لگی جسے امان نے مضبوطی پکڑ رکھا تھا۔

"نہیں میں نہیں چھوڑوں گا! بس ایسی کھڑی رہو اور ویسے بھی مجھے زیادہ سردی نہیں لگ رہی ہے" شانزہ کی آنکھیں دیکھ کر وہ اسے یقین دلایا تھا۔ شانزہ اسے شک ہوئی دیکھ رہی تھی۔

اس نے اثبات میں سر ہلایا تو مسکرا کر امان نے اس کے ہاتھوں سے گرفت ڈھیلی کر دی۔

"یہ کتنا خوبصورت ہے نا امان؟ وہ دیکھو سورج ابھر رہا ہے۔۔۔" وہ بالکل سامنے ابھرتے سورج کو دیکھ رہی تھی جو آہستہ آہستہ اپنی شکل دکھا رہا تھا۔

"ابھر رہا ہے دل میں یہ خدشہ لے کر کہ اسے اب غروب بھی ہونا ہے" وہ گہری نظروں سے سامنے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا

"ہر عروج کو زوال میسر ہے امان"

"صحیح کہتی ہو! مگر مجھے لگ رہا ہے میں زوال سے عروج پر جا رہا ہوں! میری بیوی مجھے لفٹ کروانے لگی ہے" امان نے شرارت کی۔ شانزہ کھل کر ہنسی۔

"تو اس بیوی کی قدر کریں" وہ اس کا ہاتھ تھام کر اس کی کندھے سے سرٹکا گئی۔

"وہ تو میں بہت کرتا ہوں" اس کی پیشانی کو چوم اس کی زلفیں پیچھے کیں۔ شانزہ سرخ ہو گئی۔

"میری زندگی ایک رات میں تبدیل ہو جائے گی مجھے اس کا علم نہیں تھا" وہ حیران تھا! اب تک!

شانزہ نے اس دیکھا اور مسکرا دی۔

"شانزہ کیسے؟" اسے دونوں ہاتھوں سے تھام کر اپنے سامنے کھڑا کیا۔ سورج کی طرف شانزہ کی پیٹھ ہو گئی۔

"مجھے نہیں معلوم! میں نے ٹھیک نہیں کیا نہ کل؟ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا" چہرے پر دکھ واضح تھا۔

"کوئی بات نہیں امان کی جان! کچھ نہیں ہوتا۔ تم امان کی بیوی ہو تم پر یہ شوہر سے معافی تلافی چیتی نہیں!" امان نے اسے خود کے قریب کر کے سینے سے لگالیا۔ شانزہ کی پلکیں بے اختیار جھک گئیں۔ وہ محبت کرنا نہیں چاہتی تھی۔۔۔ مگر محبت ہو رہی تھی۔ محبت ہونے کا مطلب قطعی یہ نہیں تھا کہ ماضی بھلا گئی۔۔۔۔

"شانزہ آسمان پر پھیلتی شفق دیکھو" امان نے آسمان کی جانب اشارہ کیا۔

"بے حد خوبصورت" وہ خود کو کہنے سے روک نہ پائی۔

"بلکل تمہاری طرح!" امان بھی خود یہ بات کہنے سے روک نہیں پایا تھا۔ شانزہ نے رخ موڑ کر امان کو دیکھا اور کھلکھلا دی۔ وہ الٹے قدموں سے اس سے ایک قدم پیچھے جا کھڑی ہوئی۔

"تم پیچھے کیوں کھڑی ہو؟" وہ مڑا۔

"ایسے ہی آپ کے پیچھے کھڑا ہونا اچھا لگا" امان کے لئے ایک خواب سا ہی تھا۔ اس نے اس کا ہاتھ تھاما اور اپنے سے ایک قدم آگے کھڑا کر دیا۔

"تم میرے آگے کھڑے ہوا کرو! امان کی بیوی اس کے آگے کھڑے ہوگی زندگی کے ہر میدان میں!" شانزہ نے مڑ کر شوہر کو دیکھا تھا۔ وہ محافظ تھا اس کا! کل وہ اس کے چھوڑے ہوئے قدموں پر قدم رکھ کر چل رہی تھی اور آج امان اپنی بیوی کے چھوڑے ہوئے قدموں کے پیچھے چل رہا تھا۔ یہ کیا تھی؟ ایک لفظ محبت! اپنی زندگی یہیں تمام کی!

"گھر چلنا ہے یا یہاں اپنا گھر بنالیں؟" وہ آنکھ مارتا ہوا اب اسے چھیڑ رہا تھا۔

"میرے دل چاہ رہا ہے کہ یہیں رہ جاؤں! اس منظر میں کھو جاؤں" وہ جھومتے ہوئے بولی۔ امان نے جو لفظ غور سے سنا وہ "کھونا" تھا۔ رنگت فق ہوگئی اور تیزی سے اس کے قریب آیا۔

"آؤ شانزہ گھر چلتے ہیں" اس کی پیشانی چومتا ہوا بولا اور اس کا تھام کر مڑنے لگا۔

"ہم کل بھی آئیں گے؟ ٹھیک ہے؟" اس کا چہرہ اپنی طرف کرتے ہوئے وہ دھیرے سے

بولی۔

"کل؟"

"ہاں اگر آپ نے میری بات مانی تو ہی جاؤں گی میں ورنہ میں یہیں کھڑی رہوں گی" وہ سینے پر ہاتھ باندھ کر بچوں کی طرح کھڑی ضد کرنے لگی۔

"تم جہاں جہاں بولو گی ہم وہاں وہاں جائیں گے مسز شانزہ" اس نے مڑ کر اسے دیکھا۔۔۔  
 ڈھیر ساری محبت اس کی آنکھوں میں صرف اس کے لئے تھی۔ اتنی محبت تھی تو یقیناً اعتبار  
 بھی ہوگا۔ ایک دم اسے اس کا اعتبار کا آزمانے کا خیال آیا۔ وہ اس کے قریب آئی اور پیار سے  
 دیکھنے لگی۔

"امان؟"

"جی"

"آج شاپنگ کرنا چاتی ہوں میں" اس کے کندھے کو کے ہاتھوں سے جھاڑتے ہوئے بولی۔

"او ہو آج شاید ممکن نہیں! آج میٹنگ ہے میری" وہ منہ لٹکا کر بولا۔

"مگر مجھے آج جانا ہے نا! میں خود چلی جاؤ پلیزز" وہ معصومیت سے اجازت مانگنے لگی۔

"نہیں اکیلے نہیں" وہ تیزی سے نفی میں سر ہلانے لگا۔

"آپ کو لگتا ہے میں بھاگ جاؤں گی؟ آپ کو اب بھی لگتا ہے؟"

امان نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں شانزہ! اب کیوں لگے گا مجھے یہ ڈر؟" مسکراتے ہوئے اس کے رخسار چھوئے۔



"یا مجھ پر اعتبار نہیں ہے؟ محبت کی تو پہلی شرط ہی اعتبار ہوتی ہے نا؟" شانزہ کا دل یہ کہتے ہوئے سکڑا تھا یعنی وہ بھی اس پر اعتبار نہیں کرتا تھا۔

"مجھے تم پر اعتبار ہے شانزہ۔۔۔ میں اس لئے نہیں جانے دینا چاہتا کیونکہ مجھے ڈر لگتا کہ تمہیں کچھ ہو نہ جائے! تمہیں نقصان نہ پہنچے" شانزہ نے اس کے چہرے پر خوف کی لکیریں دیکھی تھیں۔ وہ اس پر اعتبار کرتا تھا مگر اس کی طرف سے خوفزدہ بھی تھا کہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچادے! وہ اس کا شوہر تھا! یہ سب اسی پر ہی بھجتا تھا۔ سورج آدھے سے زیادہ ابھر گیا تھا۔ روشنی ہر سمت پھیل چکی تھی۔

"کچھ نہیں ہوگا مجھے امان! میں پہلے بھی جاتی تھی پلینرز! ڈرائیور کے ساتھ ہی جاؤں گی! مجھے جانے دیں۔۔۔" آنکھوں میں دو آنسو بھی آگئے تو وہ ہار مان گیا۔

"ٹھیک ہے! مگر جانے سے پہلے مجھے کال کر کے اطلاع دو گی کہ تم جارہی ہو اور جگہ کا نام بھی بتاؤ گی! ٹھیک ہے" اس کے دونوں گال اس نے بہت پیار سے کھینچے۔۔ وہ خوش ہو گئی بلکل بچوں کی طرح!

"تھینک کیو سوچ امان! آئیں گھر چلتے آپ کو آفس بھی جانا ہوگا" وہ اس کا ہاتھ تھامتی گاڑی کی جانب بڑھنے لگی اور اس کے پیچھے اسے پیار سے تکتا ہوا آنے لگا۔ زندگی اس کی یکدم بدل چکی تھی! اور اب اسے زندگی سے بھی محبت ہو رہی تھی۔

\*-----\*

"میں جارہی ہوں یونیورسٹی!" نفیہ کو سرتاپیر دیکھتے ہوئے اطلاع دے کر وہ ناصر صاحب کے ساتھ باہر نکل گئی۔

"ہاں رمشا جاؤ اوپر فاطمہ سے بھی پوچھ آؤ کہ اگر اسے جانا ہے کالج تو میں اسے بھی چھوڑ دوں!" بیچاری اکیلی کہاں جائے گی" ناصر صاحب رمشا کو تاکید کی۔

"یہ پیشکش اپنی بیٹی کو بھی دیدیتے جو کبھی رکشہ یا کالج بس چھوٹ جانے ہر بسوں کے دھکے کھاتی تھی۔ وہ بھی تو اکیلے جاتی تھی جب جب میں چھٹی کرتی تھی۔ میں بھی جاسکتی ہوں"۔ وہ جو بیگ تھامے سیڑھیاں اتر رہی تھی ان کی بات ہر طنز کرنے لگیم

"کتنی بدتمیز ہو گئی ہو تم؟ بد لحاظ" وہ غصہ سے لال ہوئے۔ وہ خاموشی سے پاس سے گزر کر باہر نکل گئی۔ رمشا کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ کیونکہ ابھی اسے فاطمہ کو جال میں پھنسانا تھا۔ اسے عدیل کا ہونا تھا اس سب فاطمہ سے بڑھ کر اس کی مدد کوئی نہیں کر سکتا تھا۔

\*-----\*

وہ نیند لے کر ابھی اٹھی تھی۔ کمرے میں کوئی نہیں تھا! امان آفس جاچکا تھا۔ موبائل کھول کر وقت دیکھا تو دوپہر کے تین بج رہے تھے۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

"مجھے شلپنگ پر جانا ہے" اسے جھٹکے یاد آیا اور وہ وارڈروب کی جانب بھاگی۔

"یا خدایا۔۔۔" وارڈروب سے کپڑے نکالے اور ساتھ امان کی دی ہوئی چادر بھی۔ شکر تھا کہ کپڑے پریس تھے۔ وہ کپڑے ہاتھ میں تھامے ہاتھ روم بھاگی۔

پندرہ منٹ بعد شاور لے کر نکلی اور جلدی سے بالوں کو تولیہ میں لپیٹے۔ وارڈروب کی دراز میں سے ٹاپس اور پتلی سی چین نکال کر گلے میں پہنی۔ ڈرائیئر سے بال خشک کئے۔ وارڈروب سے سینڈل نکال کر جلدی جلدی پہنی اور جب سنگھار میز کے سامنے کھڑی ہوئی تو یاد آیا کہ سنگھار کے لئے آئینہ نہیں لگا ہوا۔

اندازے سے فیس پاؤڈر ہلکا سا لگایا اور لپ اسٹک لگاتی چادر کو اچھی طرح پھیلا کر باہر نکلی۔۔۔ اتنی جلدی میں تھی کہ موبائل اور پرس لینا بھول گئی۔ یاد آنے پر ہاتھ پر ہاتھ مار کر کمرے سے موبائل اور پرس لینا امان کو کال ملائی۔ پہلی ہی بیل پر امان نے کال اٹھالی۔

"ہیلو مسز"

"ہیلو امان! میں جارہی ہوں شلپنگ پر ٹھیک ہے اور میں مال کا نام ایس ایم ایس کر دیتی ہوں! ٹھیک ہے؟"

"بیوی جلدی میں لگ رہی ہے" وہ دوسری جانب ہنس رہا تھا۔

"ہاں میں بہت دیر سے اٹھی ہوں! اب میں جارہی ہوں! زمان بھائی بھی آفس میں ہیں کیا؟"

"جی ہاں اور ابھی میٹنگ چل رہی ہے تو سب کے ساتھ بیٹھا ہے"

"میٹنگ چل رہی ہے؟ یا اللہ! سوری امان میں نے ڈسٹرب کر دیا" اسے افسوس ہوا۔

"تمہاری وجہ سے امان شاہ ڈسٹرب کبھی نہیں ہو سکتا! دھیان سے جانا اور کوئی مسئلہ ہو تو مجھے کال کرنے میں کوئی دریغ نہیں کرنا!"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے اللہ حافظ" وہ فون تھامے باہر کی طرف بھاگ رہی تھی۔

"اور ہاں سنو سنو! اپنی تصویر بھی بھیجنا کیسی لگ رہی!" شانزہ سرخ ہوئی۔

"استغفر اللہ! ٹھیک لے ٹھیک ہے اللہ حافظ" اس نے کال کاٹ کر موبائل پرس میں رکھا۔

"شہنواز لالا ڈرائیور سے کہیں گاڑی نکال لے" اس نے چادر پہن کر سرتا پیر خود کو مکمل ڈھانپا ہوا تھا۔

"اچھا بی بی۔۔۔ اوئے سلیم گاڑی نکال بیگم صاحبہ کو جانا لے" شہنواز نے سلیم کو آواز

لگائی تو وہ اثبات میں سر ہلاتا چابی لیتے ہوئے آیا۔

"حیرت ہے آپ نے اس بار مجھے روکا نہیں شہنواز لالا" وہ ہنس کر بولی۔

"کیونکہ دادا بتا کر گئے تھے" وہ مسکرا کر بولا تو وہ بھی ہنس دی۔

"کچھ مسئلہ ہو تو آپ گھر کے ٹیلیفون ہر کال کر لے گا" شہنواز نے اسے تاکید کی

"جی ضرور! اور ہاں شہنواز لالا وہ کمرے میں آئینہ تو لگوادیں بھائی ہونگے! اب تک نہیں لگا" وہ کہتی ساتھ گاڑی میں پیچھے کا دروازہ کھول کر بیٹھی۔ شہنواز اس کے اس انداز پر زور سے ہنسا۔

"جو آپ کا حکم! اب آپ کے آنے سے پہلے ہی یہ آئینہ لگ جائے گا شانزہ بی بی" وہ ادب سے مسکرا کر بولا تو شانزہ کے چہرے ہر تبسم پھیلا۔ سلیم نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ شہنواز نے قریب آکر دروازہ مضبوطی سے بند کیا۔

"اللہ حافظ" وہ زور زور سے شہنواز کو ہاتھ ہلانے لگی۔ شہنواز کا قہقہہ گونجا اور وہ بھی جواباً ہاتھ ہلانے لگا۔

<https://www.classicurdumaterial.com/>

"یا خدایا یہ معصوم سی بچی!" وہ دل دل میں خود سے بولا اور ہنس دیا۔

<https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/> \*

۵ بچنے والے تھے۔ زمان وقت دیکھتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"امان میں ذرا باہر سے پیٹ کی آگ بجھا کر آ رہا ہوں!" امان نے اسے گھورا۔

"تین گھنٹے پہلے ہی بجھائی تھی!"

"تو وہ تو ناشتہ تھا نا اب کھانا کھاؤں گا!" وہ دانت دکھاتے ہوئے بولا۔



"۹ بجے ناشتہ پھر آفس آکر دو بجے ناشتہ پھر اب کھانا کھاؤ گے؟" ہنسیوں اچکا کر پوچھا۔

"جی بلکل! یہ میٹنگ میرے بغیر بھی اچھی چل رہی ہے خیر میں چلتا ہوں! ایک آدھ گھنٹے تک آجاؤں گا" زبردستی اس کا ہاتھ ملاتا وہ باہر نکل گیا۔

\*-----\*

اس نے ایک ہی دکان سے ڈھیر ساری چیزیں خریدیں۔ آج پہلی بار اسے جو پسند آیا وہ اسے ہاتھ میں رکھی ٹوکری میں ڈالتی رہی۔ کچھ پرنٹڈ جوڑے اور کا سیمیٹیکس لئے۔ اسے لال رنگ کی لپ اسٹک کا ایک شیڈ بے حد پسند آیا۔ اس نے وہ اٹھا کر اپنی ٹوکری میں ڈال دیا۔ یہ دکان اتنی بڑی تھی کہ ضرورت کی سب چیزیں وہ یہاں سے لے سکتی تھی۔ اسے مردوں کے حصہ میں موجود ایک واچ بے حد پسند آئی۔ اس نے وہ امان کے لئے خرید لی۔ کچھ پرفیومز امان اور اپنے لئے اٹھائے اور کاؤنٹر پر آگئی۔ پیسے دینے کے لیے پرس کھولا تو یاد آیا کہ امان سے پیسے تو لئے ہی نہیں تھے۔ اس کی جان نکل گئی۔ ایکسکیوز کرتی وہ سائیڈ پر آئی اور امان کو کال ملائی۔۔

"امان پیسے تو دیئے ہی نہیں آپ نے! میں لینا بھول گئی پیسے" وہ روہانسی ہو گئی۔

"او مائی گاڈ اب کیا ہوگا پچھ" امان نے افسوس کیا۔

"ایسا مت کہیں بہت بے عزتی ہوگی ورنہ! میں کیا کروں امان!" وہ رونا شروع ہو گئی۔

"شانزہ رومت، پرس کھولو اور کریڈٹ نکال لو میری جان! میں نے صبح آفس جانے سے پہلے ہی تمہارے ہینڈ بیگ میں ڈال دیا تھا اپنا کریڈٹ کارڈ" وہ شرارتی انداز میں کہتا ہنسا۔

"افو ہو! مجھے ڈرا دیا۔۔۔ میرا دل حلق میں آگیا۔۔۔" اس نے دل تھاما۔

"ارے ارے آرام سے شانزہ امان! کچھ ہو نہ جائے آپ کو"

"اچھا جی سنیں میں جارہی کاؤنٹر میں کریڈٹ دینے۔۔۔ اللہ حافظ فون رکھ رہی ہوں" کہتے ساتھ فون رکھا اور کاؤنٹر میں پیسے جمع کروا کر باہر آگئی۔ جتنا سامان اس نے خرید لیا تھا اس کے بعد اور کی گنجائش نہیں تھی۔ ایک ہاتھ سے موبائل پر کچھ ٹائپ کرتے دوسرے ہاتھ میں سامان تھامے وہ مال کے واشروم والی سائیڈ سے نکل رہی تھی۔ یہاں رش نہیں تھا۔ ایک دو لوگ تھے جو جا چکے تھے۔ بس ایک لڑکا جو سامنے کھڑا تھا اس کی شانزہ کی طرف پیٹھ تھی۔

"ایکسیکوزمی۔۔۔ ٹیک آ سائیڈ پلیز!" شانزہ نے اس لڑکے کو کہا تو وہ پیچھے مڑا۔۔۔ اسے دیکھ کر شانزہ کی سانسیں تھم گئیں۔ رنگت تبدیل ہونے وقت بھی نہیں لگا۔ وہ سامنے کھڑا شخص اسے خونخوار نظروں سے دیکھ رہا تھا، حقارت بھری نظروں سے

"او ہو شانزہ امان کھڑی ہیں یہاں! کیسی ہیں محترمہ آپ کسی کی زندگی اجاڑ کر؟ ہاتھ میں تھامے بیگز دیکھ کر لگ رہا ہے بہت ساری شاپنگ بھی کی ہے" اس کے تھیلوں سے بھرے ہاتھ کو کٹیلی نظروں سے دیکھا۔

"تمہاری ہمت کیسی ہوئی میرے ساتھ محبت کا ڈھونگ رچانے کی؟ کسی اور کے ساتھ گلچھڑے اڑاتی پھر رہی تھی اور اب اس سے شادی بھی کر لی واہ! یو نو واٹ مجھے اب سمجھ آئی۔۔۔ وہی میں بولوں کہ کوئی لڑکی اس طرح بیوفائی تو نہیں کر سکتی۔۔۔ مجھے نہیں پتا تھا تم اتنی لالچی ہوگی کہ صرف پیسوں کے لئے کسی مرد کے ساتھ چکر چلاؤ گی" چٹاخ کی آواز شانزہ کے چہرے پر عدیل کا ہاتھ پڑنے سے آئی تھی۔ شانزہ ششدر ہوئی۔

"بدکردار شانزہ!" یہ لفظ اسے چھلنی کر گئے۔ اس کے آنسو بہنے لگے۔ وہ اس سے جان چھڑا کے بھاگی۔۔۔ بیگ ہاتھ سے چھوٹ گئے اور پرس وہیں پر گر گیا۔ رخسار ہر ہاتھ رکھے وہ اندھا دھن بھاگ رہی تھی۔ وہاں پر موجود لوگ حیرانی سے اسے دیکھنے لگے۔ وہ کسی سے بری طرح ٹکرائی تھی۔ وہ جو کوئی بھی ہڑبڑا کر پیچھے مڑا۔ شانزہ اس سے ٹکرا کر اس کے قدموں میں گری گئی تھی۔

"تم؟ کیا ہوا لیے؟؟؟ رو کیوں رہی ہو شانزہ اٹھو" زمان نے اسے پکڑ کر اٹھایا۔

"زمان بھائی" وہ چیخ چیخ کر رونے لگی۔

"کیا ہوا کچھ بتاؤ۔۔۔ رکو تم۔۔۔ تم اپنے چہرے پر کیوں ہاتھ رکھی ہوئی ہو؟" اس نے کہہ کر اس کا ہاتھ اس کے چہرے سے ہٹایا۔ پانچ انگلیوں کے نقش اسکے چہرے پر چھپے ہوئے تھے۔

"کس نے مارا ہے بتاؤ" وہ غصے میں دانت پیس کر بولا۔

"ع۔ عدیل" وہ ہکلائی۔ لفظ بے ترتیب ہوئے۔ سانسیں ہچکیوں کی وجہ سے رکنے لگی تھیں۔ یکدم زمان کا چہرہ غضب ناک ہوا تھا۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ اسے لے کر آگے چلنے لگا جہاں سے شانزہ آئی تھی۔ عدیل اب بھی وہی کھڑا تھا۔

"ہاتھ کیسے لگایا شانزہ کو" اس کا گریبان پکڑتے ہوئے وہ چیخا تھا۔

"او تو امان صاحب آئیں ہیں" وہ استہزیہ انداز میں بولا۔

"میں زمان ہوں! اس کا جڑواں بھائی! شکر ادا کرنا چاہئے کہ امان نہیں ہے ورنہ تو زمین سے دس فٹ نیچے ہوتا!"

"او ہو تو اس کا ایک بھائی بھی ہے" لہجے میں طنز نظر آ رہا تھا۔

"میری بہن کو ہاتھ کیسے لگایا" وہ دھاڑا تھا اور پیچھے کھڑی شانزہ سسکتے ہوئے زمان کو روک رہی تھی

"یہ لڑکی میری منگیتر تھی!"

"یہ لڑکی میرے بھائی کی بیوی ہے" دانت پیس کر اس کا کالر کھینچا تھا۔

"یہ پہلے میری تھی!" عدیل نے دانے پیس کر کہا۔

"یہ کبھی بھی تیری نہیں تھی۔ میرے بھائی نے نکاح کیا کے اس سے! تیرا نکاح ہوا تھا شانزہ سے جو کہ رہا ہے تیری تھی؟ وہ امان سے پہلے اپنے باپ کی تھی! تو منگیتر تھا! اور منگیتر کوئی حق نہیں رکھتا جب تک نکاح نہ ہو جائے! اور تیرا نکاح ہوا نہیں! وہ پہلے اپنے باپ کی عزت تھی اور اب میرے بھائی کی عزت ہے! ہاتھ کیسے لگایا میری بہن کو" وہ غرایا۔

"ہاں مارا ہے میں نے وہ بھی اپنے دائیں ہاتھ سے" وہ زمان کا ظرف آزار ہا تھا۔ زمان کو تو گویا آگ لگ گئی۔

"لگتا ہے تو مار بھول گیا ہے! ہمارے آدمیوں نے جس طرح کوٹا تھا نا تجھے سب بھول گیا ہے تو! میرا دل چاہ رہا ہے تجھے یہیں پر مار مار کر ختم لیکن نہیں میں نہیں ماروں گا" شانزہ منہ پر ہاتھ رکھ رونے لگی۔

"شانزہ مارے گی" اس نے کہا اور پیچھے ہٹ کر شانزہ کو آگے کیا۔  
 "مارو اسے" شانزہ ہکا بکا کھڑی زمان کو دیکھنے لگی جو عدیل کو مارنے کا کہہ رہا تھا۔

"زمان بھائی۔۔۔" وہ یہ کیا کہہ رہا تھا۔ "گھر چلیں چھوڑ دیں"

"کیا چھوڑ دیں!؟؟؟؟ اگر تم نے نہیں مارا شانزہ تو میں ماروں گا اسے! اور امان کو بھی اطلاع دیدوں گا۔ میری بہن پر ہاتھ اٹھانے والا بچ کر تو نہیں جائے گا!" اس کے تیور خطرناک حد بگڑے ہوئے تھے۔ وہ سہم گئی۔



"جس گال پر مارا تھا اسی گال پر مارو! ابھی" وہ عدیل کو پکڑے ہوا تھا۔

مگر عدیل جانتا تھا وہ ایسا نہیں کر سکتی۔ شانزہ نے ایک نظر ان کو دیکھا اور ایک نظر عدیل کو۔۔۔

اسے پانچ منٹ پہلے والا عدیل کا تپڑا اپنے چہرے پر محسوس ہوا۔۔۔ اس کا الزام محسوس ہوا اس کی سانسیں غصے سے پھولنے لگی۔ اس کا ہاتھ اٹھا اور عدیل کے چہرے پر نشان چھوڑ گیا۔ ایک ٹھنڈ سی اترتی محسوس کی شانزہ نے اپنے دل میں۔۔۔ اب وہ واقعی امان شاہ کی بیوی بن گئی۔

عدیل بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔

"تم نے مجھے تپڑا مارا شانزہ؟" عدیل کی آنکھوں میں حیرانی۔  
 "ہاتھ کیسے اٹھا شانزہ امان پر!" وہ اتنی زور سے چیخی کہ مجمع جمع ہو گیا۔ زمان کو تو واقعی شانزہ پر یقین نہ آیا۔

"میں شانزہ ناصر نہیں ہوں! شانزہ امان ہوں اور سامنے والے بندے کو اس کی اوقات دکھانی آتی ہے مجھے! یہ لڑکی سوائے اپنے شوہر کے کسی کے سامنے نگاہیں نہیں جھکاتی۔ اور کیا کہا تھا عدیل جاوید تم نے؟ میں بدکردار ہوں تو کیا تم مرد ہو جو لڑکی پر ہاتھ اٹھا کر اپنی مردانگی دکھا رہے ہو! مجھ پر میرے شوہر نے آج تک ہاتھ نہیں اٹھایا اور تم سمجھتے ہو میں کسی اور کا ہاتھ

خود ہر برداشت کروں گی سوائے اپنے باپ کے؟؟؟ میں کسی اور کا ہاتھ کیسے برداشت کر سکتی ہوں؟ اگر تم مرد ہوتے تو امان شاہ سے پنگا لیتے امان شاہ کی شریکِ حیات سے نہیں! عورت کبھی بھی کمزور نہیں ہوتی عدیل جاوید! عورت کا منہ بند کروانے کی کوشش مت کرنا۔۔۔ اور ہاں مجھے بدکردار کہا تم نے؟ منہ سے میرے لئے بدکردار نکلا کیسے؟" اس نے اپنا ہینڈ بیگ کھینچ کر اسے مارا۔ وہ بے یقین سا اب بھی اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ کھڑا تھا۔

"میں کیوں دوں صفائیاں؟ میں مجرم نہیں ہوں! چلیں زبان بھائی! ہمیں بہت کام بھی ہیں اور مجھے بھوک بھی لگی ہے! گھر میں کھانا تیار ہے! اور ہاں میرے دلغیز شوہر کو بھی کال ملا دیں کہ وہ بھی ساتھ کھانا کھائیں۔ چھوڑ دیں اس کو ہم کتوں کے منہ نہیں لگتے" منہ پھیر کر اسے ایسے دیکھا جیسے گندی سڑی لاش بالکل ویسے جیسے ماضی میں عدیل نے شانزہ کو دیکھا تھا۔ زبان خوشگوار حیرت سے اسے چھوڑ کر دور ہٹا۔ یہ بالکل بے یقینی والی بات تھی۔ زبان نے نیچے ہڑے شلپنگ بیگز کو اٹھایا اور اس کے ساتھ چلنے لگا۔ زہر بھری نظر عدیل پر ڈال کر وہ مڑ گئی۔

"بائی داوے زبان بھائی آپ کا یہاں کیسے آنا ہوا؟" وہ ایسے پوچھ رہی تھی جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔

"میں تو کھانا کھایا آیا تھا۔۔۔ سوچا آفس سے قریب ہے یہاں سے کچھ چھوٹا موٹا کھالوں"

"اوہ اچھا! اور سنیں امان کو کال نہ ملاوے گا خدا کا واسطہ ہے" اس کی بات پر زمان زور سے ہنسا۔۔۔

"ہائے میری بہنا کیا کام کر دکھایا۔ پراؤڈ آف یو شانزہ باجی" وہ ہنسا تو وہ بھی کھلکھلا دی۔

وہ دونوں پارکنگ ایریا میں آگئے۔ سلیم سامنے کھڑا تھا گاڑی کے پاس۔

"میں آفس جا رہا ہوں! اور دعا کرنا میرے منہ سے کچھ نہ نکلے! اپنے منہ پر میرا بھی بس نہیں۔۔۔ اللہ حافظ" اسے گاڑی کے پاس چھوڑ کر وہ اپنی راہ ہولیا۔

اب تو شانزہ کو بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب اس نے کیا کیسے۔۔۔ ایک خواشگوار حیرت نے اسے گھیرے رکھا تھا اور وہ سارے راستے اس واقعے کو سوچنے والی تھی۔

گھر داخل ساتھ ہی اس نے سلام کیا تھا۔

"وعلیکم سلام! آئینہ لگادیا ہے میں نے" شنواز نے چھوٹے ہی خبر دی تھی۔ وہ بے ساختہ ہنس دی۔

"جزاک اللہ لالا" اس کے یوں کہنے پر شنواز کے لبوں پر مسکراہٹ رینگلی۔ وہ مسکراتے ہوئے اسے ہاتھ ہلاتے کمرے میں آگئی۔ شاپنگ بیگز پستر پر رکھ دیئے۔ مغرب کی آذانیں ہو چکی تھیں۔ وہ بستر پر گرنے کے انداز میں لیٹی اور آج کے دن کو سوچنے لگی۔ کہاں سے آئی اس میں اتنی

ہمت؟ نہیں یہ سوال غلط ہے! بلکہ سوال تو یہ ہونا چاہئے کہ کہاں سے "ملی" اسے اتنی ہمت! اپنے بھائی سے! زمان سے! وہ ادھر اس کے پاس ہی موجود تھا۔ اس نے اتنی ہمت کر کے عدیل پر ہاتھ اٹھایا مگر ڈر نہیں لگا کیونکہ وہ جانتی تھی اس کا بھائی اسے کچھ ہونے نہیں دے گا۔ وقت زیادہ نہیں گزرا لیکن ایک یقین ساتھ اس پر۔ اسے اچھا لگا اپنے بھائی کا عدیل کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہو جانا اور دھاڑ کے پوچھنا کہ "میری بہن کو ہاتھ کیسے لگایا؟" اسے یہ بھی اچھا لگا تھا کہ زمان اس لئے نہیں چیخا تھا کہ وہ اس کی بھائی کی بیوی تھی بلکہ اس لئے چیخا تھا کہ وہ اسے دل سے بہن سمجھتا تھا۔ اس نے یہ نہیں کہا کہ "میری بھابھی پر ہاتھ کیسے اٹھایا" اس نے کہا "میری بہن پر ہاتھ کیسے اٹھایا"۔ شانزہ نے اس وقت اسے محبت بھرے جذبات سے دیکھا تھا جو ایک بھائی کے لئے بہن کے دل میں ہوتے ہیں! وہ اس کا خون نہیں تھا مگر اس کے لئے لڑ رہا تھا۔ وہ اسے کچھ ہفتوں پہلے تک جانتی تھی کہ نہیں تھی اور نہ وہ! مگر وہ لڑ رہا تھا اور ایک سامنے کھڑا شخص تھا جو بچپن سے اس کے ساتھ تھا! اس نے ایک سیکنڈ نہیں لگایا تھا ہاتھ اس پر اٹھانے میں! اتنے سالوں کا اعتبار عدیل واقعی توڑ بھی چکا تھا اور کھو بھی چکا تھا۔ زمان چاہتا تو اس پر شک کر سکتا تھا کہ ایسا اتفاق کیسے ہو سکتا ہے کہ عدیل اور شانزہ ایک ساتھ، ایک وقت پر اور ایک مال کیسے مل گئے!؟ کبھی اپنے بھی بیگانے ہو جاتے ہیں اور کبھی غیر بھی اپنے ہو جاتے ہیں۔ اسے پہلی بار رونا آیا تھا۔ خوشی سے آنکھیں

نم ہو گئی تھیں۔ وہ اس کے لئے اس دم چٹان بن کر کھڑا تھا۔ وہ اپنی قسمت پر ناز کرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسے نماز بھی پڑھنی تھی۔ وہ وضو کر کے نماز کے لئے کھڑی ہو گئی۔

\*-----\*

"ادھر آؤ فاطمہ! کیا بد تمیزی کی ہے تم نے ناصر بھائی سے؟ یہ تربیت کی ہے میں نے تمہاری؟" فاطمہ نے قریب آکر چائے کی دو پیالیاں رکھیں۔

"ماما میں نے ایسا کچھ نہیں کہا تھا" اس نے چائے میں چینی ڈالی اور صبور کی جانب بڑھائی۔  
 "ناصر صاحب نے بتایا کہ تم نے کیا کہا تھا اور کتنی بد تمیزی کی!" انہوں نے سختی سے کہہ کر اس کے ہاتھ سے چائے کا کپ تھاما۔  
<https://www.classicurdumaterial.com>

"صرف کہا تھا! خیر جو بھی تھا غلط کیا میں نے! میں معافی مانگ لوں گی ان سے میں وعدہ کرتی ہوں!" فاطمہ نے چائے کا کپ لبوں سے لگایا۔ صبور نے اثبات میں سر ہلایا۔  
<https://www.classicurdumaterial.com>

"کوئی بات نہیں فاطمہ! تم معافی مانگ لینا۔ وہ تمہیں معاف کر دیں گے" رمشا نے کمرے داخل ہوتے ساتھ تمام گفتگو سن لی تھی۔ فاطمہ نے نچوت سے منہ پھیرا۔

"آؤ رمشا بیٹھو! چائے پیو گی؟" انہوں نے رمشا کو اپنے قریب بٹھایا۔



"نہیں میں بس اس چائے کے کپ میں سے ہی تھوڑی پی لیتی ہوں" اس نے ٹرے میں رکھا کپ اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

"یہ میری چائے ہے" فاطمہ نے کپ فوراً سے تھام لیا۔ رمشا نے حیرانی سے اسے دیکھا۔  
 "اور میں کسی کا جھوٹا نہیں پیتی" فاطمہ نے کہہ کر نگاہیں پھیر لیں۔ صبور کو فاطمہ پر بے اختیار غصہ آیا۔

"رمشا تم میرے کپ سے پی لو" انہوں نے اس کی شرمندگی مٹانی چاہی۔

"نہیں تائی! میں ٹھیک ہوں اور ویسے بھی چائے پی کر ہی آئی ہوں" زبردستی مسکرا کر اس نے صبور کو دیکھا۔ فاطمہ نے کندھے اچکائے۔

"میں سوچ رہی ہوں کہ عدیل کے لئے کوئی لڑکی ڈھونڈنا شروع کروں" انہوں نے بات کا آغاز کیا۔ رمشا کی باچھیں کھل گئیں۔

"ہیں چچی؟" وہ کھل کر مسکرائی۔

"ہاں! لیکن پھر میں نے سوچا کہ جب لڑکی گھر میں موجود ہے تو باہر کیوں ڈھونڈا جائے" صبور نے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر پیار کیا۔ رمشا کو لگا اس کی خواہش اور خواب پورے ہونے کا وقت آگیا ہے۔ اس نے شرم سے نگاہیں جھکائیں۔

"کس نے کہا میں اس سے شادی کروں گا؟؟ میری زندگی میں کوئی بھی لڑکی آسکتی ہے سوائے رمشا عرفان کے!" عدیل جو ابھی ابھی آیا تھا ان کی گفتگو سن چکا تھا۔ ہیلیمٹ سے زور سے زمین پر پٹخ کر دانت پیس کر جواب دیا۔ صبور ششدر رہ گئیں اور رمشا ہونقوں کی طرح انہیں دیکھنے لگی۔

"عدیل" اس نے کانپتے لبوں سے اس کا نام لیا۔

"کیا عدیل؟ میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم مجھے پسند نہیں ہو! اس لئے یہ فضول خواب دیکھنا بند کرو جاؤ یہاں سے! دفع ہو جاؤ! تمہیں کیا لگتا ہے تم سے شادی کروں گا؟ شانزہ نے جو کیا میرا ساتھ اس کے بعد تم سے شادی کروں گا؟ نہ اس سے پہلے کرتا اور نہ اس کے بعد! بے وقوف نہیں ہوں میں!" زہر بھری نگاہوں سے کہتے ہوئے ہوئے کمرے میں چلا گیا۔ پیچھے کھڑی رمشا صوفے ہر بیٹھتی چلی گئی۔ یہ تو اس کے کسی پلین میں نہیں تھا؟ وہ آج تک جو بھی پلین کرتی رہی ان میں کامیابی ہی اس کا مقدر بنی مگر یہ کیا تھا؟ اس کے حواس جھنجھنا کر رہ گئے۔

\*-----\*

گاڑی کا ہارن بجنے پر وہ خوشی سے چلاتی ہوئی کھڑکی کی طرف آئی جہاں سے گیراج نظر آتا تھا۔ امان اور زمان ساتھ گاڑی سے نکلے تھے دونوں کوٹ میں ملبوس بہت حد تک ایک جیسے لگ

رہے تھے۔ اسے امان کو پہچاننے میں سیکنڈز لگے۔ اب اتنی دور سے اسے پہچاننے میں ویسے ہی مشکل ہو رہی تھی۔ دونوں ہی بلیک پینٹ کوٹ پہنے ہوئے تھے۔ زمان نے اسے کھڑکی سے جھانکتا ہوا دیکھا تو مسکرا کر ہاتھ ہلادیا۔ شانزہ نے بھی جواباً مسکرا کر ہاتھ ہلایا۔ زمان ہنستا ہوا اندر چلا گیا جب کہ امان نے گاڑی میں سے فائز نکال کر گاڑی بند کی اور اوپر شانزہ کو دیکھنے لگا۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ وہ میٹنگ سے بہت تھک کر آیا تھا اور اب شانزہ کی مسکراہٹ سے اس کی ساری تھکن دور ہو گئی تھی۔ شانزہ نے اسے اوپر آنے کا اشارہ کیا۔ امان نے اثبات میں سر ہلایا تو اس نے اشارے سے جلدی آنے کو کہا۔ امان نے حیرانی سے "کیوں کیا ہوا؟" کا اشارہ دیا تو شانزہ نے ایک تیز گھوری دے کر اسے جلدی اوپر آنے کو کہا۔ امان نے مسکراہٹ اچھالی اور فائل پکڑ کر اندر آنے لگا۔ چلتے چلتے اوپر پھر سے دیکھا جو پھر سے جلدی آنے کا اشارہ دے رہی تھی۔ امان کے چلنے میں تیزی آئی اور تقریباً بھاگتے ہوئے اوپر پہنچا۔

"اسلام علیکم! جی زوجہ؟" پھولی سانسوں سے فائز سنگھار پر رکھتا ہوا وہ اس کے قریب آیا۔

"وعلیکم سلام! مجھے باپ کو کچھ دکھانا ہے! میں آپ کے لئے کچھ لائی ہوں مال سے" وہ چمک کر بولی۔

"میرے لئے؟؟؟؟؟" وہ حیران ہوا۔

"جی" وہ ہاں میں سر ہلاتی ہوئی بولی۔

"مجھے بہت خوشی ہوئی" اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

"ہاتھ آگے کریں" شانزہ نے اپنے دونوں ہاتھ پیچھے کر کے اس میں کچھ چھپایا ہوا تھا۔ امان نے مسکرا کر ہاتھ آگے کیا۔ شانزہ نے اس کے ہاتھ میں ایک بہت خوبصورت پیک ہوئی واچ رکھی۔

"واؤ۔۔ زبردست۔ یہ کتنی خوبصورت ہے!" وہ واچ کو دیکھنے لگا۔ وہ جتنی لگن سے اس واچ کو دیکھ رہا تھا وہ واچ اتنی بھی خوبصورت نہیں تھی جسے دیکھ کر وہ آبدیدہ ہو جائے۔

"آپ رو کیوں رہے ہیں" وہ اس کی نم آنکھوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ وہ خوش تھا اس لئے نہیں کہ واچ بہت خوبصورت تھی۔ بلکہ اس لئے کہ شانزہ نے اسے کچھ دیا تھا۔ یہ بھی محبت کی نشانی ہی تھی۔ وہ اس کے قریب آیا اور اس کا ہاتھ تھام کر پہلے لبوں سے لگایا اور پھر آنکھوں پر۔ کتنی ہی دیر وہ اس کے ہاتھوں کو اپنی آنکھوں سے لگائے رکھا رہا۔

"امان آپ ٹھیک ہے نا؟" اس کے بالوں کو ہاتھ سے بگاڑ کر وہ مسکرا کر پوچھنے لگی۔

"جی" اس کے ہاتھ کو اپنی آنکھوں سے دور کر کے وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"میں خوش ہوں امان" نرمی سے دیکھتے ہوئے اسے یقین دلایا۔

"میں بہت زیادہ" امان نے بھیگے لہجے اور نم آنکھوں کے ساتھ بولا۔

"مگر مجھ سے زیادہ نہیں" وہ اس کے ہاتھ پر نرمی سے اپنا ہاتھ رکھ کر بولی۔

"پتا نہیں کیوں شانزہ مجھے یقین نہیں آ رہا۔ مجھے خود کی قسمت ہر رشک محسوس ہو رہا ہے" اس کا ہاتھ پھر سے چوم کر وہ عقیدت سے بتا رہا تھا۔

"تو اب کر لیں"

"وہی کرنے کی کوشش کر رہا ہوں" وہ بھی مسکرا دیا۔

"آپ چیخ کر لیں، میں کھانا لگواتی ہوں" بہت محبت سے کہتے ہوئے اس نے بیڈ سے اس کے کپڑے اٹھا کر دیئے۔

"جی جیسے آپ کا حکم!"

"اور ہاں یہ واچ بھی پہن کر آئے گا امان" وہ اپنی خواہش ظاہر کر رہی تھی یا حکم دے رہی

تھی؟ امان ہنس دیا۔

"جیسا آپ کا کہیں" کہتا ساتھ وہ مسکراتا ہوا فریش ہونے چلا گیا اور وہ نیچے۔

\*-----\*

اس نے کمرے کا حلیہ بگاڑ دیا تھا۔ تکیہ زمین پر غصے سے پھینکا تھا اور بیڈ شیڈ کھینچ ڈالی تھی۔

وہ چھوڑے گا تو نہیں! وہ کسی کو نہیں چھوڑے گا۔ وہ جان سے مار دے امان کو! قتل



کردے گا۔۔۔ اسے اپنی الماری میں رکھی پستول یاد آئی اور دل میں سکون کی لہر اتری۔ مسکراہٹ لبوں پر عیاں ہوئی تھی۔ انتقام کی مسکراہٹ!

\*-----\*

شانزہ کچن کے کام سے فارغ ہو کر اوپر آئی تو امان دونوں ہاتھ سنگھار میز پر ٹکائے تھوڑا سا جھک کر آئیے کو دیکھ رہا تھا۔ کمرے میں اندھیرہ تھا۔ وہ چلتی ہوئی اس کے قریب آئی اور اس کے کندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھا۔ امان نے آئیے میں شانزہ کا عکس دیکھا۔  
 "شانزہ" ہونٹ کپکپائے۔ شانزہ اس کی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھی۔

"امان" اس نے اسکا نام پکارا۔  
<https://www.classicurdumastory.com>

"شانزہ یہ آئیے میں ت۔۔۔ توڑ دوں؟" لہجے خوف سے زرد پڑ رہا تھا۔ بظاہر اندھیرے میں اسے کچھ

زیادہ نظر نہیں آ رہا تھا۔  
<https://www.facebook.com/ClassicUrdumastory>

"کیوں امان؟" وہ آئیے میں ہی اسے دیکھ رہی تھی۔

"یہ آئیے۔۔۔ بی۔۔۔ یہ آئیے شانزہ" وہ آئیے خوف کھاتا ہوا دور ہوا۔ شانزہ نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے۔

"کچھ نہیں ہوا امان! میں پاس ہوں۔ میں یہیں ہوں۔"

"تم میرے پاس ہونا؟" وہ بچوں کی طرح اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر بولا جیسے کبھی نہ چھوڑنا چاہتا ہو۔

"ہاں میں پاس ہوں! اور جب تک میں ہوں کچھ نہیں ہونے دوں گی آپ کو" وہ اسے یقین دلارہی تھی۔

"یہ آئیے۔۔۔ پی۔ یہ آئیے کس نے لگوایا؟" سہمی نگاہوں سے وہ آئیے کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

"میں نے! میں نے لگوایا ہے"

"تنت۔ تم نے؟ مگر۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ" خوف کے مارے لفظ بھی ادا ہونے سے انکاری تھے۔

"کچھ نہیں ہوتا۔ ہم اس صرف اپنا عکس دیکھتے ہیں اور کچھ نہیں"

"اور جسے کسی اور کا بھی عکس نظر آتا ہے وہ کیا کرے؟" وہ خوف سے زمین پر انگلیوں بالوں میں پھنسلے بیٹھتا چلا گیا۔

"کس کا عکس نظر آتا ہے؟" شانزہ بھی نیچے اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"منہاج۔۔۔ منہاج۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ یہاں آئیے میں۔۔۔" لہجہ ایک دم کپکپاہا تھا اور الفاظ بھی نہیں نکل رہے تھے۔

"کچھ نہیں ہوا ہے۔۔۔ بس میں نے کہہ دیا ہے ناکہ جب تک امان شاہ کی بیوی اس کے موجود ہے ایسا کچھ نہیں ہوگا" اس نے امان کے بالوں سے اس کی انگلیاں چھڑائیں۔

"مجھے اکیلے تو نہیں چھوڑو گی؟" امان نے اس کا ہاتھ تھاما۔ وہ بہت امید سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"نہیں بلکل نہیں!" اس سوال کا جواب دینا بھی مشکل تھا۔ امان نے اس کے ہاتھ اپنے لبوں سے لگا کر آنکھوں پر رکھے۔

"مجھے باہر جانا ہے۔۔۔ آسکریم کھانی ہے" شانزہ نے فوراً سے موضوع تبدیل کیا۔ امان نے کچھ سنبھلا۔

"کہاں جانا ہے امان کی جان کو" لہجہ ویسا ہی بھیکا ہوا تھا مگر لہجے میں پیار بہت تھا۔

"ابھرتے سورج کو دیکھنے" چمکتی آنکھوں سے ضدی لہجے میں بولی۔

"اور مجھے بھی دل چاہ رہا ہے کچھ دیکھنے کا" وہ اب اپنے مکمل آنسو پونچھ چکا تھا۔

"کسے دیکھنے کا دل چاہ رہا ہے؟" وہ سرخ ہوئی۔

"شفق دیکھنے کا" شہادت کی انگلی کو اس کی ناک کو چھوتا ہوا بولا۔

"کون شفق" وہ تیور بگاڑتی کوئی بوئی پوچھنے لگی۔

"باہا جب سورج ابھرتا ہے تو شفق نمودار ہوتی ہے! وہ والی شفق" وہ بے اختیار ہنسا۔ اتنی زور سے ہنسا کہ آنسو بہہ نکلے۔

"بس اب نہیں رونا!" شانزہ نے اس کے آنسو اپنی انگلیوں کے پوروں سے صاف کئے۔

"میں مضبوط نہیں ہوں جتنا دکھتا ہوں" وہ دکھ کی کیفیت میں بولا۔

"آپ مضبوط ہیں!" وہ ڈٹ کر بولی۔

"نہیں ہوں" وہ بکھر کر بولا۔

"ہیں!" یقین دلایا۔

"نہیں ہوں!" وہ ہار گیا۔

"آپ شانزہ امان کے شوہر ہیں! آپ کو مضبوط ہی ہونا ہے"

امان نے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور دونوں ہی ہنسنے لگ گئے۔ وہ اس کی بات موقع کی نزاکت دیکھتے ہوئے اسی پر پلٹا گئی تھی!

"آئیں اٹھیں نا! چلیں دیکھیں ان سب مصروفیات سے فارغ ہوتے ہوتے انجئے کو آگئے ہیں!

کب تک پہنچیں گے ساحل پر؟! تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹا لگ جائے گا" اس کا ہاتھ پکڑ کر سہارا دے کر اسے اٹھانے لگی۔

"میری گاڑی کی چابی کون لائے گا؟" امان کی آنکھوں میں شرارت واضح تھی۔

"میں لاؤں؟" شانزہ نے پوچھا۔

"نہیں تم مت لاؤ میری دوسری بیوی لائے گی" وہ اسے چھیڑنے لگا۔

"دوسری بیوی؟؟؟" اس نے خفا خفا سے انداز سے اسے دیکھا۔

"ہاں وہی شفق" امان کے یوں کہنے پر وہ زور سے ہنس دی۔

\*-----\*

"کل اسی ریسٹورینٹ پر ملنا" زمان کے موبائل پر بپ ہوئی۔ فاطمہ کا میسج آیا تھا۔ چہرے ہر مسکراہٹ پھیلی۔

"ڈیٹ پر؟" اس نے میسج سینڈ کیا اور اب ریپلائی کا انتظار کرنے لگا۔

"شٹ اپ مسٹر زمان" میسج آیا۔

"اگر ڈیٹ پر نہیں جارہے ہیں تو تمہارے اس انداز کو کیا سمجھوں؟ بہت تمیز سے انوائٹ کیجیے

مجھے فاطمہ اختر دختر آف اختر!"



"مسٹر زمان شاہ! میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھ سے یعنی "فاطمہ جاوید" سے ملاقات کریں! جگہ وہی ہے جہاں پہلے ملاقات ہوئی تھی اور وقت ڈیڑھ بجے کا ہے! امید ہے آپ دو بجے تک نہیں آئیں گے" زمان کو فاطمہ کا میسج ریسید ہوا تھا اور اب ہنس رہا تھا۔

"جی یہ ہینڈسم لڑکا آپ کا انتظار کریگا!"

"ہینڈسم؟"

"کوئی شک؟"

"شک ہی شک؟"

"تم تو ویسے ہی بہت جلتی ہو مجھ سے؟"

"جلے ہوئے سے اور کیا جلوں؟"

"پرانی باتیں مت دہراؤ!"

"اچھا خیر ڈیڑھ بجے تک آجانا! ہو سکتا ہے میں پانچ دس منٹ تاخیر سے آؤں!"

"کیوں بھئی؟"

"دوست سے پڑھائی کے سلسلے میں ملاقات کرنی ہے"

زمان حیران ہوا۔۔ اس کا دوست؟

"دوست لڑکا ہے؟"

"ہاں"

"کس سلسلے میں بات کرنی ہے اس سے؟"

"پڑھائی کے سلسلے میں"

"کالج کا ہے؟"

"ہاں چھٹی میں ہی ملاقات کروں گی اس سے، پھر ہی آؤ ریسٹورینٹ"

زمان کو غصہ آیا۔

"نہیں مجھے جلدی ہے تم ڈیڑھ بجے ہی آنا!"

"کیوں؟ پانچ منٹ سے کوئی فرق نہیں پڑتا!"

"میرے لئے پڑتا ہے۔۔۔ ویسے وہ دوست تمہارا اچھا دوست ہے؟"

فاطمہ سمجھ گئی تھی وہ اتنے سوالات کیوں پوچھ رہا ہے۔ مگر اس غصہ نہیں آیا۔ بلکہ مسکراہٹ لبوں پر رینگنے لگی۔

"ہاں بہت زیادہ اچھا!" فاطمہ نے مسیج سینڈ گیا۔

"مجھ سے زیادہ ہینڈسم ہے؟" زمان الجھا ہوا تھا

"ہاں خیر ہے تو۔۔۔"

"واقعی؟"

"جی"

"میں تمہیں کیسے لگتا ہوں؟"

"اچھے ہو۔۔"

"صرف اچھا ہوں؟"

<https://www.classicurdumaterial.com/>

"بہت اچھے ہو مگر اُس سے زیادہ نہیں"

[Support@classicurdumaterial.com](mailto:Support@classicurdumaterial.com)

"وہ اتنا اچھا ہے؟"

<https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/>

"بہت اچھا ہے"

"میں تمہیں کتنا اچھا لگتا ہوں؟" زمان باؤلا ہو چکا تھا۔

"اچھے لگتے ہو"

"کتنا؟"

"اتنے اچھے کہ میں تمہیں اپنا بھائی بنانے کو بھی تیار ہوں" فاطمہ ٹائپ کرتے ساتھ ہنسنے لگی۔

"لا حول ولا قوۃ۔۔ لڑکی یہ بھائی والا مذاق پر تمہیں میں نے پہلے ہی منع کر دیا تھا" زمان بدمزہ ہوا۔  
 "تم نے ہی پوچھا تھا کہ کتنا اچھا لگتا ہوں! مجھے اس جواب سے اچھا کوئی جواب نہیں ملا"  
 "کسی کے جذبات خود ہی سمجھ لینے چاہئے" وہ بہت کچھ بول گیا تھا۔  
 فاطمہ متحیر ہوئی اور پھر اس کا میسج بار بار پڑھنے لگی۔

"کیسے جذبات؟"

<https://www.classicurdumaterial.com/>  
 "جان لو خود ہی"

[Support@classicurdumaterial.com](mailto:Support@classicurdumaterial.com)

فاطمہ کے چہرے پر تبسم پھیلا۔

<https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/>  
 "مجھے ایسی فضول باتیں سمجھ نہیں آتیں" وہ اگلوانے لگی۔

"وہ جذبات جو صرف تمہارے لئے ہیں" اس نے میسج سینڈ کر کے نیٹ آف کر دیا۔ وہ اب جان جائے گی! وہ جان جائے گی کہ زمان شاہ کی محسوس کرتا ہے فاطمہ جاوید کے لئے! زمان نے آنکھیں بند کرنے کروٹ لیلی۔

"آج ہم بہت جلدی آگئے ہیں۔۔ اندھیرا ہے یہاں ہر طرف!" شانزہ کو اندھیرے سے ڈر لگ رہا تھا۔ اس نے امان کا ہاتھ مضبوطی سے تھاما۔ امان نے اس کو یوں مضبوطی سے ہاتھ تھامے دیکھا تو مسکرا دیا۔ اسے اچھا لگا اس کا یوں ہاتھ پکڑنا۔

"جی آج ہم بہت جلدی آگئے ہیں اور ابھی سورج کو نکلنے میں بہت سا وقت ہے۔۔۔"

"اس کا مطلب ہے ہم تھک جائیں گے شفق کا انتظار کرتے کرتے؟" وہ دکھی ہو گئی۔

"نہیں لیکن کھڑے کھڑے ضرور تھک جائیں گے"

"تو چلیں ریت پر بیٹھ جاتے ہیں" اس نے امان کا ہاتھ تھام کر نیچے بٹھادیا۔

"ٹھنڈی ٹھنڈی ریت" وہ لپک لپکائی۔

"شال ٹھیک سے اوڑھو" اس نے شانزہ کی شال ٹھیک کی۔

"ٹھنڈ تو پھر بھی ہے" وہ دونوں سمندر سے بہت پیچھے تھے۔

امان نے اپنی شال اتارنی چاہی۔

"نہیں بس بہت ہو گیا۔۔۔ آج نہیں اتاریں گے آپ شال! مجھے ویسے بھی ٹھنڈ پسند ہے"

"مجھے ٹھنڈ نہیں لگ رہی شانزہ" وہ اسے پیار سے دیکھتا ہوا بولا۔

"کیوں نہیں لگ رہی؟ اتنی ٹھنڈ ہے" اس کا لہجہ ٹھنڈ کے باعث کانپا



"مجھے ٹھنڈ نہیں لگ رہی ہے سچ میں! یہ لو! اس لئے یہ شال تم ہی پہن لو! مجھے تو ٹھنڈ میں مزہ آتا!" اس نے شال اسے اوڑھا دی۔ شانزہ نے اسے گرمی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"تھرmos تو نکالیں امان کہاں رکھ دیا تھا؟ اس میں چائے ہے!" شانزہ نے ادھر ادھر نظریں ماریں۔ امان نے اپنے پیچھے رکھا تھرmos اور دو پیپر گلاس آگے کیا۔

"میری جان میری چائے" اس نے تھرmos کو اوپر سے چوما۔

"چلو اپنی جان کو مجھے بھی نکال کر دیدو گلاس میں" امان نے گلاس آگے کیا تو شانزہ نے اس میں چائے نکال دی۔

"بہت ذائقہ دار چائے بنائی ہے" وہ گھونٹ بھرتے ہی بولا۔ اب وہ اسے کیا بتاتی کہ چائے

بنانا زمان نے سکھائی ہے۔

"شکریہ جناب" چہرے پر تبسم پھیلا۔

شانزہ نے اس کے ہاتھوں پر غور کیا جو ٹھنڈ سے کپکپا رہے تھے۔ اس نے دھیرے سے اسے

چھوا۔ وہ برف کی طرح ٹھنڈا ہو رہا تھا۔ شانزہ نے امان کی طرف دیکھا۔ کیا چیز تھا وہ۔ اس نے

جھوٹ کہا کہ اسے ٹھنڈ پسند ہے اور اسے ٹھنڈ نہیں لگ رہی تاکہ شانزہ کو شال اوڑھا سکے۔

اس نے میرے لئے جھوٹ کہا۔

شانزہ نے اسکی شال خود پر سے اتار اسے اوڑھائی۔

"اب یہ اترنی نہیں چاہئے آپ کے وجود سے" ڈانٹنے کے انداز سے اسے تاکید کی تھی۔ امان کو اس پر بے اختیار پیار آیا۔ اس نے شانزہ کا ہاتھ لبوں سے لگا کر آنکھوں سے لگایا۔ شانزہ نے شرم سے نگاہیں جھکائیں۔ امان ریت پر لیٹ گیا اور اپنا سر شانزہ کے گھٹنوں پر رکھ دیا۔ شانزہ آسمان کو دیکھنے لگی۔

"آسمان نیلا ہونا شروع ہو رہا ہے امان"

امان نے شانزہ کی نظروں کا تعاقب کیا۔

"صحیح کہہ رہی ہو" اس نے شانزہ کی نظروں کا تعاقب کیا۔

"ہمیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پریگا" ہوا اس کی آوارہ لٹوں کو چھونے لگی اور یہ منظر شانزہ اور

امان کو اپنا اسیر کر گیا۔

\*-----\*

"یا اللہ اسے اپنی امان میں رکھنا" یہ دعا کرتے ہوئے نفیسہ شاید نہیں جانتی تھیں کہ اللہ نے اسے اپنی امان میں ہی رکھا تھا۔ ایک شخص تھا۔ اللہ کا بندہ۔ اس کی مخلوق۔ امان۔۔ اللہ کی امان میں تھی ایک شخص امان کے پاس۔

\*-----\*

"امان امان اٹھیں یہ دیکھیں شفق! ہم سو گئے تھے۔ رنگ بکھیرتی یہ شفق! جس کے لئے ہم  
یہاں تک آئے! اللہ کی قدرت!" وہ روشنی آنکھوں میں پڑنے کی وجہ سے اٹھ بیٹھی تھی۔ جلدی  
جلدی امان کو بھی اٹھایا۔ امان شانزہ کا ہاتھ تھامے اٹھ کھڑا ہوا۔

"خوبصورت" بے اختیار دونوں کے لبوں سے الفاظ ادا ہوئے۔ سورج آہستہ آہستہ ابھرنے لگا اور  
وہ دونوں کھو گئے تھے اس منظر کو دیکھنے میں۔ اس منظر کو دیکھتے ہوئے وہ اتنا کھویا ہوا تھا کہ  
اسے اندازہ بھی نہیں تھا کہ آج اس نے ایک قیامت سے گزرنا ہے۔

\*-----\*

<https://www.classicurdumaterial.com/>

Support@classicurdumaterial.com

<https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/> "ہیلو"

"ہیلو میں فاطمہ جاوید بات کر رہی ہوں!"

"جی فاطمہ زبیر بولئے۔ سب چھوڑیئے یہ بتادیں اسی وقت کیوں کال کرتی ہیں جب میں سو رہا  
ہوتا ہوں؟"

"دراصل آپ سارا دن ہی سوتے رہتے ہیں! خیر میں کہہ رہی تھی کہ دوپہر کے ایک بج رہے ہیں تو ڈیڑھ بجے تک پہنچ جائیے گا مہربانی ہوگی"

زمان کا منہ بنا۔ اسے اچانک رات والا اس کا "اچھا دوست" یاد آیا۔  
 "مل لی اپنے دوست سے؟!" طنزیہ لہجہ۔

"ہاں جی میرے نظروں کے سامنے ہی چلتے ہوئے آ رہا ہے وہ میری طرف" وہ مسکراہٹ دباتی ہوئی بولی۔ زمان اٹھ بیٹھا۔

"سنو پلیز!"

"کہو؟" <https://www.classicurdumaterial.com/>

Support@classicurdumaterial.com  
 "تمہیں پسند ہے وہ؟" وہ چپ رہی۔۔۔

<https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/>  
 "ہم اس موضوع پر ڈیڑھ بجے کریں گے۔۔۔ تب تک کے لئے اللہ حافظ" اس نے کال کاٹ

دی تھی۔ زمان نے تھوک نگلا۔ گرمی سانس لیتا وہ بیڈ سے اٹھ بیٹھا۔

پندرہ منٹ میں تیار ہو کر وارڈروب کی طرف آیا۔ آج ہفتہ تھا۔ آج امان آفس سے چھٹی کیا کرتا تھا۔ اس نے وارڈروب سے مہناج کی ڈائری نکالی۔ نرمی سے اس پر ہاتھ پھیرا اور چابی اور ڈائری تھامتانیچے آیا۔ امان لاؤنج میں بیٹھا تھا۔

"امان" امان نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور مسکرا دیا۔

"کہیں جارہے ہو؟"

"ہاں" وہ بھی مسکرایا اور ڈائری پر اپنی گرفت مضبوط کی۔

"ہاں کسی کو اپنا مستقبل بنانے جا رہا ہوں" پھسکی مسکراہٹ لبوں ہر عیاں ہوئی۔

"کون؟" وہ حیران ہوا۔

"ان سب کو چھوڑو امان! اگر قسمت میں ہوگی تو نام بھی پتا چل جائے گا تمہیں۔۔ مجھے تم سے

بات کرنی ہے" تھوک نکلتے ہوئے وہ اصل بات کی جانب آیا۔

"ہاں کیا ہوا؟ اتنے پریشان کیوں ہو؟" امان فکر مند ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔

لاؤنج مکمل خالی تھا۔ اس نے ہاتھ میں تھامی ڈائری آگے بڑھائی۔ امان نے الجھ کر وہ ڈائری

تھامی۔

"کیا ہے یہ؟" اس نے ایک نظر زمان کو دیکھا جو اس کے تاثرات جانچنے کی کوشش کر رہا تھا اور

ایک نظر ڈائری پر ڈالی۔ ڈائری کا پہلا صفحہ کھولا۔ اس میں لکھا بڑا بڑا "منہاج شاہ" اور ساتھ میں

کچھ ٹوٹے پھوٹے الفاظ تھے جس سے ظاہر ہو رہا تھا یہ منہاج کی ڈائری ہے۔ رنگت فق ہوئی اور

اس نے وہ ڈائری خوف سے پھینک دی۔



"دو-دو کرو اس کو مجھ سے" وہ چیخ کر پیچھے ہٹا۔

"یہ ڈائری ہے امان" اس نے نیچے سے ڈائری اٹھائی جو گر گئی تھی۔

"یہ-یہ--مم-نن۔"

"ہاں یہ بابا کی ڈائری ہے"

"بابا؟"

"ہاں امان! منہاج شاہ وہ دنیا کے لئے تھے! ہمارے لئے تو بابا تھے" وہ ڈائری کو چوم کر مسکرایا۔

"اسے مت چومو زمان! دور کرو اسے خود سے اود مجھ سے! خدا را۔۔۔" اس کی رنگت پیلی پڑ چکی تھی۔

"تمہیں پڑھنی ہوگی یہ ڈائری" وہ امان کے قریب آیا۔

"مجھے نہیں پڑھنی اس شخص کی ڈائری" وہ چیخا۔

"کیوں؟" زمان ڈائری کو ہاتھ میں تھامے صورتحال کو قابو کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"نہیں۔۔۔ مہناج شاہ کی کوئی چیز نہیں دیکھنی۔ میں پپ۔ پاگل ہو جاؤں گا زمان! تہ۔ تمہیں پتا ہے میں ٹھیک ہو رہا ہوں! میں بہت حد تک ٹھیک ہو چکا ہوں۔ تہ۔ تمہیں نہیں معلوم! میں اسے پڑھ کر پاگل ہو جاؤں گا! دور کرو!"

"تمہارا علاج صرف اور صرف یہ ڈائری ہے" وہ سختی سے کہتا ہوا اس کے قریب آیا۔

"میں ویسے ہی ٹھیک ہو رہا ہوں! کیا تم نے یہ ڈائری پڑھی ہے؟" سوال پوچھتے ہوئے اس کی آنکھیں حیرت کا مظاہرہ کر رہی تھیں۔

"ہاں" وہ مضبوط لہجے میں بولا۔

"کک۔ کیسے؟ کک۔ کیوں؟ تم پاگل ہو؟" وہ چیخا! پوری وقت سے! کہ شاہ منزل کی در دیوار کانپ اٹھی۔

"تم بے سکون ہو!" زمان نے اس سر تا پیر دیکھ کر تبصرہ کیا

"میں ٹھیک ہوں! اچھا ہوں! زندگی اچھی گزر رہی ہے میری" وہ دور ہٹتا گیا اور اتنا پیچھے ہوتا گیا کہ دیوار کمر سے لگ گئی۔

"تم جھوٹ بولتے ہو"

"شانزہ کا رویہ میرے ساتھ اچھا ہو گیا ہے۔ وہ جان گئی ہے میں اسے کتنا چاہتا ہوں اور اس وجہ سے میں بہت زیادہ خوش ہوں اور سکون میں بھی ہوں" آنکھیں خون آلود ہونے لگیں۔

"اچھی بات ہے امان مگر تمہاری زندگی میں مکمل سکون ڈائری کو پڑھ کر ہی آئے گا! پکڑو اسے" وہ اس کے اور قریب آیا۔ امان نے پیچھے ہونا چاہا مگر دیوار سے لگ گیا۔

"زمان اسے مجھ سے دور کرو پلیز!" وہ گرگڑا رہا تھا۔

"تمہارے دماغ میں ابھی ڈوریں سلجھ جائیں گی امان! تم پڑھنا ضرور! مجھے جانا ہے ضروری۔۔۔" لوٹوں گا میں! امید ہے تم تب تک پڑھ چکے ہو گے۔۔۔" صوفے کے برابر رکھی ٹیلیفون کی میز پر اس نے ڈائری رکھی اور اسے دیکھتا ہوا پلٹ گیا۔ امان اس کی پشت دیکھتا ہوا دیوار سے ٹیک لگائے نیچے بیٹھتا چلا گیا۔

\*-----\*  
<https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/>

"آپ پھر سے لیٹ ہیں" وہ کرسی پر بیٹھ رہا تھا جب فاطمہ کی آواز کانوں تک پہنچی۔

"بندہ پورا دن فری نہیں ہوتا فاطمہ!" سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس نے گھڑی میں ٹائم دیکھا۔  
 پونے دو ہونے لگے تھے۔

"مجھے معلومات چاہئے۔۔۔ شانزہ کیسی ہے زمان؟"

زمان نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"اپنے بھائی سے پوچھو" تیز نگاہیں اس پر ڈالیں۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکی۔

"آپ کے بھائی نے میری بہن پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ وہ مال میں تھی جب وہ اس دکھی! فاطمہ جاوید آپ کے بھائی نے میری بہن کو بدکردار کہا! میری بہن کو!" وہ اب تک غصے تھا اس بات پر۔ وہ ہائپر ہونے لگا۔

"عدیل بھائی؟" وہ ششدر تھی۔

"جی آپ کے ہونہار عدیل بھائی۔۔۔ کل شام کی بات لیے یہ" زمان نے طنزیہ لہجہ میں جواب دے کر نظریں پھیریں۔

"اومائی گاڈ۔۔۔۔۔ شانزہ کیسی ہے؟" وہ بے یقین تھی کہ عدیل ایسا بھی کر سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ کل غصے میں بھی گھر آیا تھا۔

"وہ مست ہے! اپنے شوہر کے ساتھ ہے! اب دونوں مزے میں ہیں۔ کبھی کہیں گھومنے چلے جاتے ہیں کبھی کہیں! زندگی کو انجوائے کر رہے ہیں" وہ سوچ کر مسکرایا۔

"شانزہ نے سمجھوتہ کر لیا؟"

"جی! مگر دیکھو اب کیا ہوتا ہے" کندھے اچکائے۔

"اور عدیل بھائی والے معاملے میں؟"

"اسے افسوس نہیں کیوں عدیل نے بھی بہت مار کھائی ہے" واقعے کو یاد کر کے زمان کارگوں میں سکون کی لہر اتر رہی تھی۔

"تم نے مارا؟" فاطمہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"شانزہ نے! یاد تو نہیں زیادہ لیکن ایک تھپڑ اور ہینڈ بیگ کھینچ کر مارا تھا! اور اس پر صلواتیں بھی گن لو"

"مجھے یقین نہیں آ رہا" فاطمہ نے آنکھیں پھاڑیں۔

"اکر لو اب یقین" اس نے مسکراتے ہوئے فاطمہ کو دیکھا۔

وہ یونیفارم ہر بلیک اسکارف بہت سلیقے سے پہنی ہوئی تھی۔

"سچی؟"

"جی جی"

"اچھا مجھے یہ بتائیں اس کا پلین کیا ہے اب؟" دوسرا سوال۔

"پتا نہیں اب دیکھو کیا ہوتا ہے! پلین تو بہت کچھ کیا ہے مگر امید ہے سب ویسا ہی ہو"



"اور امان بھائی؟" وہ امان صاحب سے امان بھائی پر آگئی تھی۔

"وہ بہت خوش ہے اور بہت خیال رکھ رہا ہے اس کا! اس کی سانسیں شانزہ کی بدولت چل رہی ہیں! تم فکر نہ کرو سب شانزہ کے فیصلوں کے مطابق ہی ہو گا! جیسا وہ چاہے گی" اس نے بات ختم ہی کی تھی کہ فاطمہ کا فون بج اٹھا۔

"ہیلو" اس نے کال ریسیو کی۔ دوسری طرف وہ کسی سے بات کر رہی تھی۔ زمان اس کی گفتگو غور سے سننے لگا۔

"نمایش میں نے تمہاری کتاب لوٹادی تھی تمہیں!"

زمان نے کے کھڑے ہوئے۔ <https://www.classicurdumaterial.com>

"نہیں جب ہماری ملاقات ہوئی تھوڑی دیر پہلے تو ہی لوٹادی تھی! تم ایک بار دیکھ لو!"

اوپر تو یہ وہی لڑکا ہے۔ زمان نے زہر بھری نظروں سے اس کے کان میں لگے فون کو دیکھا۔

"ٹھیک ہے! پیر کو ملاقات ہوگی!" وہ مسکرا رہی تھی۔

"ٹھیک ہے یار" وہ اب ہنس بھی رہی تھی۔ زمان نے جس لفظ پر غور کیا وہ تھا "یار"! یعنی اتنی گہری دوستی تھی۔

"اللہ حافظ" اس نے کال رکھ کر موبائل بیگ میں رکھا۔

"کون تھا؟" زمان نے تیور بگاڑے۔

"دوست" اس نے کافی کا کپ لبوں سے لگایا۔

"وہی کل رات والا؟"

"ہاں" وہ دبی دبی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھنے لگی۔

"اچھا دوست ہے؟"

"بہت اچھا۔۔" وہ بھی زچ کرنے میں کم نہیں تھی۔

"مجھ سے زیادہ اچھا؟" زمان کی آنکھیں پھٹنے کے قریب آگئیں۔۔

"جی" وہ زمان کا صبر آزمایہ تھی۔  
<https://www.classicurdumaterial.com/>  
[Support@classicurdumaterial.com](mailto:Support@classicurdumaterial.com)

"اگر تمہیں کوئی پسند کرتا ہو تو کیا کرو گی؟" وہ کیا اگلوانا چاہ رہا تھا فاطمہ سب سمجھتی تھی۔ وہ  
<https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/>  
 کوئی چھوٹی بچی نہیں تھی۔

"میں اس سے مشورہ لوں گی" زمان بلاخر زچ ہو گیا۔

"دماغ خراب لیے تمہارا؟" وہ ابھی میز ہر ہاتھ مار کر بولا ہی تھا کہ پیچھے سے ایک لڑکی اسے پکارا۔

"ہیلو پیارے لڑکے" اس نے مڑ کر دیکھا تو وہ کوئی لڑکی تھی جو اب قریب آکر میز پر ہاتھ رکھ کھڑی ہو گئی تھی۔ زمان نے کچھ کہنا چاہا مگر جب فاطمہ کو دیکھا تو پتا نہیں کیا سو جا کہ میز پر ہاتھ رکھے اس لڑکی کو دیکھنے لگا۔

"ہیلو" زمان مسکرا کر جواب دیا۔

"میں ادھر والی میز پر بیٹھی تھی تو آپ کو دیکھا!" وہ اب گھلنے ملنے کی کوشش کر رہی تھی۔  
 "پہلے تو آپ یہ بتائیں کہ آپ میز پر" بیٹھی تھیں؟"

"نہیں نہیں میں اس والی میز پر کرسی لگا کر زمین کے اوپر بیٹھی تھی" اس لڑکی نے اپنی جھجک مٹائی۔  
<https://www.classicurdumaterial.com>

"او اچھا اچھا آپ کا نام؟" وہ اب فاطمہ کو مکمل نظر انداز کر رہا تھا۔  
 Support@classicurdumaterial.com

"زمان ہم یہاں گفتگو کرنے بیٹھے تھے؟" فاطمہ سے رہا نہ گیا تو اس نے ٹوک دیا۔  
<https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/>

"اس لڑکی کو چھوڑو تم اپنا نام بتاؤ" زمان نے فاطمہ کو دیکھا بھی نہیں۔

"میرا نام سنبل ہے" وہ دھیمسا سا مسکرائی۔ فاطمہ جل کر رہ گئی۔

"اوہ نائس نیم! مجھے "ایس" سے شروع ہونے والے نام بے حد پسند ہیں! "ایف" سے شروع

ہونے والوں ناموں کو میں منہ بھی نہیں لگاتا"

فاطمہ غصے کی شدت سے لال ہو گئی۔

"او مجھے اچھا لگا! کیا ہم کافی پی سکتے ہیں ساتھ؟" سنبل نے آفر پیش کی۔

"ہم آریڈمی کافی پی رہے ہیں سنبل میڈم! آپ جائیں یہاں سے ہمیں ڈسٹرب نہ کریں"

فاطمہ نے دانت پیسے۔

"یہ لڑکی کون ہے آپ کی؟" سنبل نے آنکھوں سے فاطمہ کی جانب اشارہ کیا۔

"پتا نہیں کون ہے! ساتھ میں بیٹھ گئی" اس نے فاطمہ کی طرف دیکھا جو اب اسے سپاٹ چہرہ لیئے دیکھ رہی تھی۔

"او اچھا! میں آپ کا انتظار کروں گی! آپ ان سے ملاقات کر لیں پھر میں آپ سے باہر ملوں

گی" سنبل کے ایسے کہنے پر زمان نے کن آنکھیوں سے فاطمہ کو دیکھا جو روہانسی ہو رہی تھی۔

"آلرائٹ" مسکرا کر اسے اللہ حافظ کیا اور فاطمہ کی جانب مڑا۔ فاطمہ نے اپنا ہینڈ بیگ اٹھایا اور

اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کہاں جا رہی ہو فاطمہ" وہ حیران ہوا۔ کیا وہ اس تک سنجیدہ ہو گئی تھی۔ فاطمہ نے دائیں ہاتھ کی

انگلیوں سے آنسو صاف کیئے اور جانے لگی۔

"آئم سوری فاطمہ! آئم ریٹلی ریٹلی سوری!" وہ اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔

"مجھے جانا ہے ہو زمان" اس نے بھگی آواز کے ساتھ کہا۔

"اب پتا چلا کیسا لگتا ہے؟" وہ اسے گرمی نظروں سے دیکھنے لگا۔

وہ خاموش رہی۔

"سو سوری اب بیٹھ جاؤ پلیز۔۔۔" فاطمہ نے اسے ایک نظر دیکھا اور پھر سے بیٹھ گئی۔

"شکر ہے بیٹھ گئی ورنہ بل مجھے دینا پڑتا" اس کے یوں کہنے ہر فاطمہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔

\*-----\*

وہ اب بھی یوں ہی بیٹھا تھا۔ چھوٹی گول میز پر رکھی اس ڈائری کو دیکھنے لگا۔

"تمہارا علاج صرف اور صرف یہ ڈائری ہے" زمان کے الفاظ امان کے دماغ کو بجھنے لگے۔ کیا کرنا

چاہئے اسے؟ وہ اس ڈائری کو پڑھنا نہیں چاہتا تھا مگر اپنی بے سکونی بھی ختم کرنا چاہتا تھا۔ وہ

اٹھ کر اس ڈائری کے قریب آیا۔ خون کے دھبوں سے لپٹی ڈائری کو چھونے میں اس کے ہاتھ

کپکپا رہے تھے۔ اس نے تھام کر اسے غور سے دیکھا۔ اس کی سانسیں پھولنے لگیں۔

"جب اذیت سہنی ہے تو اسے پڑھ کر سہ لینی چاہئے" اس نے سوچا اور اسے اٹھاتا دوسری

منزل کی جانب بڑھ گیا۔

"منہاج کا کمرہ"



"ماہ نور کا کمرہ"

دروازہ چڑھتا ہوا کھلا۔ وہ اندر داخل ہوا۔ پردے کھڑکیوں پر لگے ہوئے تھے جس کے باعث کمرے میں ملگجی سا اندھیرہ تھا۔ کمرے کے کونے پر چیمڑ اور میز تھی۔ وہ دگمگاتے قدموں سے اس کے قریب آیا۔ میز پر قلم بکھرے پڑے تھے۔ دھول مٹی سے کمرہ اٹا ہوا تھا۔ میز پر بھی مٹی کی تہہ تھی۔ وہ کمرہ منہاج کی موت کے بعد سے بند تھا۔ کمرے میں خون کے نشانات تھے!

یہ ڈائری پڑھنے کی دو وجوہات تھیں۔

ایک یہ کہ زمان نے اسے تاکید کی تھی

دوسری یہ کہ شاید وہ اس سب سے ٹھیک ہو جائے۔

اس نے ڈائری کا پہلا صفحہ کھولا۔

جس میں اس نے پورا تعارف بیان ہوا کیا تھا۔ وہ پڑھنے لگا۔ دوپہر کے دو بج رہے تھے۔ اس نے ہاتھ میں پہنی گھڑی کو ایک نظر دیکھا اور گھڑی روک دی۔ وقت تھم گیا! اب اس کی نگاہیں ڈائری پر مرکوز تھیں۔

\*-----\*

"اگر شانزہ خوش ہے اپنے شوہر کے ساتھ تو یہ اچھی بات ہے!" وہ اثبات میں سرہلاتی ہوئی بولی۔

"ہاں۔۔ لیکن ہمیں نہیں پتا اب کیا ہوتا ہے! میں تمہاری بات شانزہ سے جب کرواؤں گا تو کہوں گا اسے کہ تمہیں سب بتادے! میں باتیں بار بار نہیں دہرانا چاہتا! وہ تمہیں سب بتادے گی امان کے بارے میں، شاہ منزل کے بارے میں" کافی کا کپ لبوں سے لگاتے ہوئے کہا۔ اسی دم فاطمہ کا فون بجا۔ زمان نے ٹائم دیکھا۔ گھڑی تین بج رہی تھی۔ یہ پہلی ایسی ملاقات تھی جس میں دونوں نے بہت دیر تک گفتگو کی تھی۔

"کس کی کال ہے فاطمہ؟" اس کے پیلی پرتی رنگت دیکھ کر زمان فوراً بولا۔  
 "گھر سے آرہی ہے زمان! انہیں کہیں پتا نہ چل گیا ہو" اس نے تھوک نکلے ہوئے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔ کال ریسیو کر کے فون کانوں سے لگایا۔

"کہاں ہو تم فاطمہ؟ جاوید تمہیں آج لینے گئے تھے کالج! چوکیدار کہہ رہا تھا وہ جاچکی کافی گھنٹے ہو گئے ہیں! کہاں ہو؟ کس کے ساتھ ہو؟" وہ چیخ رہی تھیں۔

"گھر آرہی ہوں میں" وہ صرف اتنا ہی کہہ پائی۔

"گھر آؤ! تمہارا باپ غصہ میں ہے بہت!" صبور نے کہہ کر کال کاٹ دی۔

"کیا ہوا؟"

"پتا چل گیا ہے سب کو۔۔۔ میں گھر جا رہی ہوں" اس نے موبائل میز پر رکھا۔

"کیا کہو گی؟" زمان بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

"سب بتادوں گی" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

"کیا؟"

"سب باتوں سے پردہ اٹھا دوں گی! سب کا راز فاش کر دوں گی" وہ کہہ کر کی نہیں۔ تیزی سے

چلتی ہوئی باہر نکل گئی اور وہ کھڑا رہ گیا۔ موبائل پر آتی کال نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔

میز پر رکھا فاطمہ کا فون بج رہا تھا۔ وہ موبائل بھول گئی تھی۔ اس نے جلدی سے بل پے کیا

اور فاطمہ کا موبائل اٹھا کر بغیر نام پڑھے بغیر کال ریسپونڈ کی۔

"ہیلو فاطمہ" مردانہ آواز سن کر زمان نے موبائل پر نام پڑھا جہاں بڑا بڑا تابلش لکھا تھا۔ موڈ فوراً

خراب ہوا۔

"ہیلو جی آپ کون؟" زمان نے لہجہ سخت رکھا۔

"میں فاطمہ کا دوست بات کر رہا ہوں" جواباً آواز آئی۔

"فاطمہ نہیں ہے یہاں"

"ویسے آپ کون؟"

"میں اس کا منگیترا ہوں اور مجھے اچھا نہیں لگتا آپ کا بار بار اس کو فون کرنا! سو پلیز!" کہہ کر کال کاٹ دی اور باہر کی جانب بھاگا۔ اسے فاطمہ دور جاتی دکھی تو وہ اس کے پیچھے بھاگا۔

"فاطمہ تم اپنا موبائل فون بھول گئی تھی۔۔۔" اس نے فون اس کی جانب بڑھایا۔

"او تھینک یو زمان!" اس نے بڑھ کر فون تھاما۔

"ٹھیک ہے پھر ملاقات ہوتی ہے" زمان مسکرایا کیونکہ جو اسے کرنا تھا وہ کرچکا تھا۔

"اللہ حافظ" کہتی ساتھ وہ بڑھ گئی اور زمان مسکراتا اپنی گاڑی کی جانب آیا۔ اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا ہی تھا کہ وہ لڑکی سنبل آگئی۔

"ہیلو تو کیا ہم چلیں؟" وہ ہاتھ ہلاتی ہوئی اس کے قریب آئی۔

"کہاں؟" وہ انجان بن کر بولا۔

"کافی پینے؟" اس نے جیسے اسے یاد دلایا۔

"سوری سنبل میں اس ٹائپ کا نہیں ہوں" وہ اسے دیکھتا ہوا گاڑی میں بیٹھنے لگا۔

"مگر آپ نے کہا تھا اور آپ اس لڑکی کے ساتھ بھی تو بیٹھے تھے مسٹر"

"وہ کوئی انجان نہیں تھی میرے لیے"

"تو کون تھی وہ؟" سنبل نے بخوس اچکائیں۔ ٹائٹ جینز کی پینٹ پر ٹی شرٹ، ہونٹوں پر لال لپ اسٹک اور اونچی پونی بنائے اس لڑکی کو زمان نے سرتا پیر دیکھا تھا۔

"میری محبت ہے وہ۔۔۔ فیانسی ہے!" کہتا ساتھ مسکراتا ہوا گاڑی آگے بڑھا کر لے گیا۔

\*-----\*

"وہ کہاں ہے صبور" وہ چیخ رہے تھے۔

"میں نے کال کی ہے جاوید وہ آرہی ہے" وہ سہم گئیں۔

"کہاں تھی وہ؟؟؟ کتنے گھنٹے ہو گئے وہ کس کے ساتھ ہے؟؟؟ اسے آج میں نہیں چھوڑوں گا!" جاوید صاحب مٹھیاں بھیختے ہوئے بولے۔

"اماں آپ کو خیال رکھنا چاہئے! اس سے پوچھتے رہنا چاہئے کہ کہاں جاتی ہے کیا کرتی ہے"

عدیل بھی خوب چلا رہا تھا۔

"اس گھر کی لڑکیوں کو اپنے ماں باپ کا سر جھکانے کی عادت ہو گئی ہے" ناصر صاحب دبے دبے غصے میں بولے۔ نفیسہ کا دل چھلنی ہوا۔

اس وقت بیل ہوئی اور جاوید صاحب غصے میں باہر بڑھے۔ دروازہ کھولا تو باہر فاطمہ کھڑی تھی۔ بازو سے کھینچتے ہوئے وہ اسے اندر لائے تھے اور صحن میں لا کر اسے پٹھا۔



"کہاں تھی؟؟" جاوید صاحب غرائے۔

"زمان کے ساتھ تھی" وہ بنا ڈرے بولی۔

"کون زمان؟" وہ چیخے جبکہ عدیل کی آنکھیں پھٹیں۔

"عدیل بھائی سے پوچھیں" اس نے عدیل تاثرات بھرپور جانچے تھے۔ عدیل کا چہرہ ششدر تھا۔

اسے شانزہ کا تمپڑ اپنے چہرے پر کسی شعلے کی طرح محسوس ہوا۔ اس کے تیور بگڑ گئے۔

"اس بے غیرت شخص سے ملنے گئی تھی" وہ اس کے قریب آیا اور اس پر ہاتھ اٹھایا جسے فاطمہ نے تھام لیا۔

"یہ ہے مردانگی؟ شانزہ کو مارا تھا؟ اور جواب بھی مل گیا آپ تھا آپ کو اس کی طرف سے!"

جب جب سچائی کو چھپانے کی کوشش کریں گے تب تب ایسے تمپڑ جواب میں بھی ملیں گے۔

بتائیں ان کو آپ نے شانزہ کو تمپڑ مارا تھا صرف اس لئے کہ اس نے آپ سے بیوفائی کی

تھی" ہنسیوں اچکا سخت لہجے میں کہتی اس کل کا واقعہ یاد دلا گئی تھی۔

"وہ اپنے شوہر کے ساتھ خوش ہے! اور ہاں مل کر آرہی ہوں میں زمان شاہ سے! جو امان شاہ

یعنی شانزہ کے شوہر کا بھائی ہے! اتنے عرصے میں مجھے یہ تو معلوم پڑ گیا ہے کہ نہ زمان برا

ہے اور نہ شانزہ کا شوہر! برے ہم ہیں! اعتبار بھی کوئی چیز ہوتی ناصر چلو!" وہ بول پڑی۔

بس باتیں اب دل میں نہیں رکھی جارہی تھیں۔

\*-----\*

اس کی ہچکیاں رکنے میں نہیں آرہی تھیں۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ جو لفظ لبوں سے ادا ہوا وہ تھا۔  
 "بابا" کتنے سالوں یہ لفظ لبوں سے نکلتے ہوئے کچھ اپنائیت سی لگی تھی۔ اتنے سالوں بعد پہلی بار محسوس ہوا کہ کوئی باپ بھی تھا اسکا۔ میز پر ڈائری کا آخری صفحہ کھلا تھا۔ وہ پیچھے دیوار سے لگا۔ دیوار پر لگی تصویر اس کی کمر پر لگی تو وہ پیچھے دیکھنے کو مڑا۔ ماہ نور اور منہاج کی تصویر! اس نے وہ تصویر کیل سے نکالی۔  
 "بابا" وہ چیخا۔

"یا اللہ" وہ نیچے بیٹھتا چلا گیا۔ سانسیں لینا دشوار ہو گیا۔  
 "زمان۔۔۔" وہ چیخنے لگا۔  
 "زمان دیکھو بابا" وہ بالوں میں انگلیاں پھنسائیں بال نوچنے لگا۔

"زمان بابا ایسے نہیں تھے! بابا" گود میں رکھی اس تصویر میں منہاج معصوم سا کھڑا کھلتے چہرے اور مسکراتے لبوں سے جیسے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ برابر کھڑی ماہ نور کے لبوں پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ اس نے باپ کو دیکھا اور

اسے محسوس ہوا جیسے وہ تصویر میں وہ ہی کھڑا ہو۔ وہ دونوں اپنے باپ کی جوانی تھے۔ بنے بنائے منہاج شاہ تھے۔ کچھ لوگ میرے باپ کو کھا گئے۔ اسے وحشت سی ہونے لگی۔

"سب کھا گئے میرے باپ کو! سب کھا گئے!" اس نے آنکھیں درد سے میچیں۔ وہ رو رہا تھا کیونکہ وہ سب جان گیا تھا۔ وہ سچائی جان گیا تھا۔

\*-----\*

زمان نے گاڑی پارک ہی کی تھی کہ امان کی چیخوں نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ وہ چابی جیب میں رکھتا اوپر کی جانب بھاگا۔ پہلی منزل پر شانزہ دل پر ہاتھ رکھے کھڑی اوپر دوسری منزل کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"کہاں ہے وہ؟" وہ پھولتی سانسوں سے ذرا تھم کر بولا۔

"اوپر سے آواز آرہی ہے! زمان بھائی مجھے خوف آرہا ہے" زمان نے اوپر کی جانب دوڑ لگائی۔ شانزہ بھی اس کے پیچھے بھاگی۔ دھڑ کی آواز سے دروازہ کھولا۔ وہ فریم ہوئی تصویر کو سینے سے لگایا رو رہا تھا۔ چیخ رہا تھا۔ وہ تیزی سے اس کے قریب گیا اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کی اسکو جھنجھوڑنے لگا۔

"امان امان! ہوش کرو! کچھ نہیں ہوا۔ میں ہوں میری جان" اس نے اسے گلے لگایا۔

"زمانہ۔۔۔۔ بابا! وہ ڈائری زمانہ۔۔۔ وہ بابا" وہ ہوش میں نہیں تھا۔

دور کھڑی شانزہ کی آنکھیں بھیک گئیں۔ اسے امان کو یوں اس کیفیت میں دیکھا نہیں جا رہا تھا۔

"ہاں بابا۔۔۔ میں جانتا ہوں امان۔۔۔ دیکھو اب سب ٹھیک ہو جائے گا!" وہ اس کے آنسو صاف کرنے لگا۔

"نہیں زمانہ! مگر ہم نے کتنے سال ان سے نفرت میں گزار دیئے۔ زمانہ اگر وہ ہم سے محبت کرتے تھے تو وہ یوں مجھے تنگ کرنے کیوں میرے خواب می۔۔۔"

"ہم جس شخص کو جیسا سوچتے ہیں! وہ شخص ہمارے خیالوں میں اسی فطرت کے ساتھ آتا ہے امان! سب ٹھیک ہے۔۔۔ ہششش" زمانہ اس کی گود سے فریم اٹھا کر پیچھے شانزہ کو پکڑا اور امان کو کھڑا کیا۔

شانزہ نے اس فریم کو دیکھا اور پھر ایک نظر ان دونوں کو دیکھا۔ وہ شخص جو تصویر میں تھا وہ بالکل ان کا ہم شکل تھا۔ برابر میں کھڑی خوبصورت لڑکی مسکرا رہی تھی۔ یقیناً وہ ماہ نور ہوگی۔ وہ منہاج شاہ تھا۔ اس نے نظریں پورے کمرے میں دوڑائیں۔ عجیب سی وحشت تھی اس کمرے میں۔

"بس اب نہیں رونا۔۔۔ سب ٹھیک ہوگیا" اس کو گلے سے لگا کر اس کا سر اپنے کندھے پر رکھ کر پتھکنے لگا۔

"میں نے اتنے سال بابا سے نفرت۔۔۔"

"جو انجانے میں ہوا اسے مت سوچو امان" زبان نے اس کی بات کاٹ کر پیار سے کہا۔

"یہ میں نے کیا کر دیا" اس کے آنسو امان کا کندھا بگھا رہے تھے۔

"غلطیاں تھیں مگر اب سدھا رلو۔۔۔"

"میں نے شانزہ کے ساتھ زبردستی کی زبان" آخر کار اس نے مان لیا۔ وہ دبی دبی آواز میں بولتے ہوئے رونے لگا۔ زبان بے ساختہ مسکرایا۔ بلاخر وہ مان گیا تھا کہ اس نے غلطی کی۔

"کوئی بات نہیں اس سے معافی مانگ لو"

شانزہ کو اس کی آواز نہیں پہنچی تھی۔ تصویر بیڈ پر رکھ کر وہ اس کے قریب آئی۔

"آپ روئیں مت! سب ٹھیک ہو جائے گا اور دیکھیں اللہ نے کر دیا۔ اگر بابا یہ ڈائری نہ لکھتے تو

کیا آج ہمیں علم ہوتا۔۔۔ نہیں نا؟ میں آپ کے ساتھ ہوں۔۔۔ آپ روئیں مت پلیز" اس کا

ہاتھ تھامتے ہوئے وہ اسے یقین دلا رہی تھی۔ امان نے اسے بہت پیار سے دیکھا تھا۔ وہ اس

کے ساتھ رہے گی۔ یہ جملہ وہ کب سے سننا چاہتا تھا۔



"مجھے چھوڑ کر تو نہیں جاؤ گی نا؟" نگاہِ حسرت سے اسے دیکھا۔ اسے یقین تھا وہ بولے گی "نہیں"!

"کبھی نہیں" وہ مسکرائی اور امان کو لگا جیسے شانزہ نے اس کا بھرم رکھ لیا۔ وہ اسے کمزور کر رہی تھی۔ وہ کمزور پڑ رہا تھا۔

"میں نے بہت غلط کیا ہے نا تمہارے ساتھ؟ مجھے نہیں کرنا چاہئے تھا یوں! مگر تم سے بہت محبت کرتا ہوں میں۔ مجھے زبردستی نہیں کرنی چاہئے تھی۔ تمہیں پتا ہے شانزہ میں نے یہ ڈائری پڑھی اور مجھے اس بہت سبق ملا!" شانزہ اسے ہونقوں کی طرح دیکھ رہی تھی۔ وہ اتنی آسانی سے کمزور پڑ جائے گا اسے علم نہیں تھا۔

"ایک یہ بھی کہ جس کے ساتھ جتنی زبردستی کرو گے وہ آپ سے اتنا ہی دور ہوتا جائے گا! میں نہیں رہ سکتا تمہارے بغیر! مجھے یقین ہے تم مجھے معاف کر دو گی شانزہ! آئم سوری۔۔۔" مجھے معاف کر دو گی نا؟" اس کے ہاتھوں کو امان نے اپنے ہاتھوں میں لیا اور بہت جذب کے ساتھ اسے دیکھنے لگا۔

ایک لفظ تھا جو شانزہ کو اپنے دماغ میں چھبتا ہوا۔ محسوس ہو رہا تھا۔ "معافی!" وہ اسے گہری عجیب نظروں سے دیکھنے لگی۔ اسے اپنا چیخنا یاد آیا۔۔۔ جب وہ چیخ رہی تھی، گرگڑا رہی تھی کہ اسے امان سے نکاح نہیں کرنا۔ اسے وہ بھی یاد آیا جب صرف امان کی وجہ سے اس کے باپ

نے اسے تھپڑ مارا تھا۔ یہ وہی شخص تھا جس کی وجہ سے اس پر بہتان لگا تھا۔ اس کی زندگی برباد ہو گئی تھی! اور یہ وہی شخص تھا جس کی وجہ سے وہ اپنی ماں سے اب تک نہیں مل پارہی تھی۔ یہ وہ شخص تھا جس سے نجات پانے کے لئے وہ روز دعائیں مانگا کرتی تھی، تو کیا وہ یوں سب غم، اذیت، اپنوں سے جدائی اور خود پر لگے بہتان بھلا کر اس کا ساتھ ہمیشہ کے لئے تھام لے؟ نہیں۔۔۔ وہ واقعی کہانیوں کے ان کرداروں کی طرح نہیں تھی جو محبت ہو جانے پر سب بھول جاتے ہیں۔ اس نے بے دردی سے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں پر جھٹکے۔

اکبھی نہیں "سخت نفرت بھرے لہجے میں اس نے انکار کیا۔ امان کی سماعتوں سے اس کی آواز ٹکرائی تھی اور اس کے اعصاب ڈھیلے پڑے تھے۔ اس نے بے یقینی سے شانزہ کو دیکھا۔ زمان نے تھوک نگلا۔ اسی وقت سے ڈر رہا تھا اور یہ وقت اس پر قیامت بن کر ٹوٹ رہا تھا۔ اس نے بے اختیار نظریں پھیر لیں۔ وہ اپنے بھائی کو بکھرتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

<https://www.classicurdumaterial.com/>  
<https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/>  
 \*-----\*



<https://www.classicurdumaterial.com/>

[Support@classicurdumaterial.com](mailto:Support@classicurdumaterial.com)

<https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/>